بسم اللہ الرحمن الرحیم

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

رسالہ سلوک باطنی طریقہ قادریہ مجددیہ غفوریہ رحیمیہ

یعنی

تعلیمات رحیمی

حصہ ۱

تالیف

عارف باللہ مقبول بارگاہ حضرۃ مولانا عبد اللہ شاہ صاحب

جلال آبادی ثم الکرنالی قدس اللہ سرہ، المتوفی ۱۳۴۳ھ

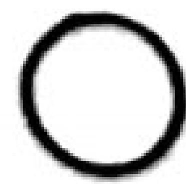
شائع کردہ

دار التصنیف لمیٹڈ

مجاہد آباد، حب ریور روڈ، کراچی، پاکستان

فون: ۲۳۸۲[illegible]۱

فہرست



شیخ المشائخ

حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ

مُجاہد و غازی، شیخ طریقت

۱۲۰۹ھ ——— ۱۲۹۵ھ

تحریر: سیّد نفیس الحسینی

قطب العارفین غازیٔ اسلام حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات نوراللہ مرقدہٗ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء میں ہوئی، آپ تیرھویں صدی ہجری کے رجالِ عظیم میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ایک صاحبِ فیض و تاثیر شیخ خانقاہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک صاحبِ شمشیر وعَلم مجاہدِ اسلام بھی تھے۔ آپ کی حیاتِ مبارک جہاد بالسیف اور جہاد بالنفس کا عظیم الشان مُرقّع تھی۔

آپ امیر المومنین، امام المجاہدین، مجدّدالاسلام حضرت سیّد احمد شہیدؒ (ش ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کے معاصرین میں سے تھے۔ ابتدا میں اُن کے بعض خفیہ جنگی مشوروں میں بھی شریک رَہے۔ حضرت سیّد صاحبؒ کی شہادت کے بعد اُن کی جماعتِ مجاہدین کے شانہ بشانہ فرنگی فوج سے برسرِپیکار رہے اور میدانِ جنگ میں اُس کے دانت کھٹّے کر دیے۔ جنگِ امبیلہ ۱۲۶۳ھ میں آپ کے کارہائے نمایاں تاریخِ حرّیت کا سُنہری باب ہیں۔

حضرت اخوند صاحب حضرت خواجہ محمّد شعیب تورڈھیری کے خلیفۂ اعظم تھے۔ جنھوں نے ۱۲۳۸ھ میں سکھوں کی فوج سے لڑتے ہُوئے میدانِ جہاد میں جامِ شہادت نوش کیا تھا۔ لہٰذا ذوقِ جہاد و سرفروشی مُرشدِ عالیمقام ہی سے پایا تھا۔ بعد میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی صحبتِ بابرکت مُیسّر آئی تو وہ سونے پر سُہاگے کا کام کر گئی۔

حضرت خواجہ مُحمّد شعیب کی شہادت کے بعد آپ نے دریائے سِندھ کے کنارے ایک چھوٹے سے گاؤں "بیکی" میں سکونت اختیار فرمائی جو قلعہ ہنڈ کے پاس واقع تھا۔ مسلسل بارہ سال تک آپ وہاں زُہد و ریاضت میں مشغول رہے، اُسی زمانے میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا ورُودِ مسعود اس علاقے میں ہُوا۔ حضرت اخوند

صاحب بھی اُن کے کمالات عرفانی سے متاثر ہو کر اُن کے دامنِ صحبت سے وابستہ ہُوئے حتیٰ کہ خاصانِ بارگاہ میں شامل ہوگئے اور جہاد کے خفیہ مشوروں میں شریک ہونے لگے۔ خادے خاں رئیس ہنڈ بھی جو حضرت اخوند صاحب سے عقیدت رکھتا تھا، حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں مخلصانہ حاضر ہونے لگا۔ ______

جب حضرت سید احمد شہیدؒ نے سکھوں کے خلاف قلعہ اٹک پر حملے کا خفیہ پروگرام بنایا تو حضرت اخوند صاحب اس مشورہ میں شامل تھے۔ انھوں نے خانِ ہنڈ کو حضرت سید صاحبؒ کا مخلص سمجھتے ہُوئے یہ راز بتا دیا لیکن خانِ ہنڈ بدطینت آدمی تھا، اُس نے لالچ میں آکر سکھوں کو قبل از وقت خبردار کر دیا۔ اٹک کے جو مُسلمان شہر اور قلعے کو مجاہدین کے حوالے کر دینے کی تیاریوں میں شریک تھے، اُنھیں خوفناک سزائیں جھیلنی پڑیں اور پنجاب پر کامیاب اقدام کی سکیم ابتدائی مراحل ہی میں ناکام ہوگئی۔ حضرت اخوند صاحب خادے خان کی غداری سے ایسے بددل ہُوئے کہ "بیکی" کی سکونت ترک فرمادی اور کسی دوسرے مقام پر چلے گئے اور ایک عرصہ تک بالکل گوشہ نشین رہے۔

۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۵ء میں حضرت اخوند صاحب نے امیر دوست محمد خان والیٔ کابل کے شانہ بشانہ شیخان کے مقام پر سکھوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ اس جہاد کے بعد آپ وادیٔ سوات میں رونق افروز ہُوئے اور موضع سپل بانڈی میں قیام فرمایا۔

۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء میں سپل بانڈی کو چھوڑ کر آپ نے سیدو میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ سیدو شریف میں مقیم ہونے کے بعد آپ کی شہرت صُوبہ سرحد اور افغانستان کے حدود اور سرحدوں سے بھی آگے بڑھ کر ایران، عراق اور شام تک پہنچ گئی۔ دُور دراز کے قبائلی علاقوں سے اب ہر قبیلے کے لوگ جوق در جوق سیدو شریف میں آنے لگے۔ نہایت قلیل عرصہ میں آپ نے سوات کو جہل اور بدعت کی آلائشوں سے پاک کر دیا اخلاقی اصلاح کا سلسلہ سوات میں شروع ہو گیا۔ (تاریخ سوات۔ ص ۷)

تجدیدِ دین اور پٹھانوں کی اخلاقی اصلاح کے ساتھ ساتھ اخوند صاحب استبداد کے اس عالمگیر سیلاب کی تباہ کاریوں سے بھی غافل نہیں تھے ___ جو انگریزی حکومت کے رُوپ میں سارے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لیے ہُوئے اب آزاد قبائلی علاقے کی طرف بڑھتا آرہا تھا۔ ۱۲۶۶ھ / ۱۸۴۹ء میں جب انگریزوں نے پشاور پر بھی قبضہ کر لیا تو حضرت اخوند صاحب کو سوات اور ملحقہ علاقوں کے بچاؤ کی فکر دامن گیر ہوگئی۔

آزادی اور تہذیب کے تحفظ کی خاطر آپ نے ایک مضبوط شرعی حکومت قائم کرنے کی کوششیں شروع کیں چنانچہ مسلسل جدوجہد کے بعد آپ نے سوات اور بونیر کے عمائدین کا ایک اجلاس سیدو شریف میں طلب فرمایا اس اجلاس میں دیر اور باجوڑ کے سرکردہ افراد بھی موجود تھے۔ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"آپ لوگوں کو آنے والے خطرات سے غافل نہیں ہونا چاہیئے، شرعی حکومت کا قیام ایک وقتی ضرورت ہی نہیں بلکہ یہ تو ایک قومی اور مذہبی فریضہ بھی ہے۔ برٹش اقتدار کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم منظم اور متحد ہو جائیں۔ ہمیں اپنے خانگی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر متحد ہونا چاہیئے اور دشمن کے مقابلے میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننا چاہیئے۔ ان اغراض و مقاصد کے لیے ہمارے پاس شرعی حکومت سے عمدہ ذریعہ اور کوئی نہیں ہے جس کے ذریعے ہم متحد ہو کر اپنا تحفظ کر سکیں۔

یاد رکھو! اگر اس موقع پر آپ لوگوں نے ذرا سی بھی غفلت کی تو پھر غلامی مقدر ہو چکی ہے اور اس سیاہ دیو کا لقمہ بننے سے پھر ہم بچ نہیں سکتے۔ ہمیں اپنے اعمال اور کردار کو بالکل اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہیئے۔ خداوند کریم ہمارے ساتھ ہے۔"

آپ کی تقریر ایسی مؤثر اور کارگر ثابت ہوئی کہ یوسف زئی خوانین اور عمائدین فوراً شرعی حکومت کے قائم کرنے کے لیے متفق ہو گئے۔

امیر شریعت کے انتخاب کا مسئلہ پیچیدہ تھا۔ ان لوگوں نے اخوند صاحب سوات کو خود منصب سنبھالنے کو کہا لیکن آپ نے فرمایا کہ عزیزو، میری جدوجہد اس مطلب کے لیے نہیں کہ میں خود امیر بن جاؤں چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ نے ضلع ہزارہ کے موضع ستھانہ کے سید اکبر شاہ صاحب کا نام پیش کیا۔ سید اکبر شاہ سے بھی یہ لوگ واقف تھے۔ اُن کی قابلیت اور خاندانی تقدس مسلمہ تھی۔ سید اکبر شاہ مشہور صوفی بزرگ سید علی ترمذی، مشہور پیر بابا کی نسل سے تھے، نیز اُن کے دادا سید زمان شاہ بھی اپنے وقت کے مشہور صوفی اور عابد تھے۔ خاندانی خصوصیات کے علاوہ خود اُن کی شخصیت بھی قبائل میں جانی پہچانی تھی۔ سید اکبر شاہ کافی عرصہ حضرت سید احمد بریلوی کے معتمد خصوصی رہ چکے تھے۔ لہٰذا ایک مدبر سیاستدان بھی

تھے۔ چنانچہ سید اکبر شاہ[۱] کو ہی امیر شریعت منتخب کیا گیا۔ صاحب سوات نے خود سب سے اول سید اکبر شاہ کی بیعت کی۔ موضع غالیگی کو دارالخلافہ قرار دیا گیا۔ اس طرح حضرت صاحب سوات کی جدوجہد سے سوات کی پہلی شرعی حکومت قائم ہوگئی۔

---

[۱] سیرۃ سید احمد شہید میں سید اکبر شاہ صاحب کا تعارف حسب ذیل ہے:

سید اکبر شاہ ابن سید شاہ گل ابن سید ضامن شاہ، سید علی ترمذی غوث بنیر کی اولاد میں سے تھے۔ پکھلی اور ہزارے کا بڑا حصہ ان کے خاندان کا معتقد اور مخلص تھا اور ان کی قرابتیں ہزارے کے سادات اور وہاں کے خوانین و رؤسا و نامدار میں تھیں۔ یہ خاندان سخاوت، شجاعت، اخلاص و للّٰہیت اور استقامت و استقلال میں سارے علاقے میں ممتاز تھا۔ سید صاحب اور ان کی دعوت و تحریک کے ساتھ اس خاندان نے اخیر تک وفاداری اور شیفتگی اور ایثار و قربانی کا ایسا ثبوت دیا جس کی نظیر صوبہ سرحد کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ منظورۃ السعداء میں ہے:

" اخلاق کریمۂ ایں سادات خصوصاً سید اکبر شاہ بیرون از بیان است۔ اخلاص و وفا از ابتدا تا انتہا یکساں نمودند۔"

وقائع میں ہے:

" سید اکبر شاہ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کا بیان کہاں تک کروں؟ جس نے ان کو دیکھا ہے اور اُن کی صحبت اُٹھائی ہے وہ ہی خوب واقف ہے کہ ایسا خوش خلق، خندہ رُو، کشادہ پیشانی، حلیم الطبع، سلیم المزاج، سخی اور شجاع، صاحب تدبیر، صاف دل، راست گفتار اور حضرت علیہ الرحمۃ کا مخلص بے ریا اور محب باوفا اور معتقد صادق کوئی رئیس اس ولایت میں نہ تھا۔"

سید صاحب کی شہادت اور بالاکوٹ کے معرکے کے بعد پھر ستھانہ مجاہدین کی پناہ گاہ اور سارے ہندوستان میں جہاد و دعوت کا صدر مقام تھا اور یہی سادات ستھانہ ان عالی حوصلہ مجاہدین اور غریب الوطن مہاجرین کے اعوان و انصار تھے۔ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ الخ (حاشیہ ص ۱۶۵)

سید موصوف چھ بھائی تھے، سید اعظم، سید اکبر، سید عمر، سید عمران، سید اصغر، سید مدد۔ یہ سب اور ان کی والدہ بھی حضرت امیرالمومنین سید احمد شہید سے تعلق بیعت و ارادت رکھتے تھے۔

(سیرۃ سید احمد شہید ص ۱۶۶ مؤلفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

افسوس کہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء سے صرف ایک سال پہلے ۱۸۵۶ء میں سید اکبر شاہ صاحب کی وفات پر سوات کی شرعی حکومت ختم ہوگئی۔ ایک انگریز مصنف سر ہربرٹ ایڈورڈ لکھتا ہے:

"اگر سوات کی شرعی حکومت اور مجاہدینِ قبائل کا سربراہ سید اکبر شاہ زندہ ہوتا تو ۱۸۵۷ء کی جنگ کا نقشہ کچھ اور ہوتا"

(تاریخ سوات ص ۸۰ تا ۸۲)

جنگِ امبیلہ

ستھانہ حضرت سید احمد شہیدؒ اور اُن کے مجاہدین کا اہم مرکز تھا اور سادات ستھانہ مجاہدین سے وابستہ تھے۔ انگریز، مجاہدین کے مراکز پنجتار، ستھانہ اور نگل تعالے کو تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے، جب ساداتِ ستھانہ اور اُتمان زئیوں میں اختلاف پیدا ہُوا اور سادات کے سرکردہ سید عمر شاہ شہید ہُوئے تو سادات نے ملکا کو اپنا مرکز بنا لیا۔ یہ مقام ستھانہ سے ۲۵ میل کے فاصلے پر ہے۔ مجاہدین بھی ملکا کو محفوظ مقام سمجھ کر وہیں پہنچ گئے۔ مولانا عبداللہ امیر المجاہدین تھے، سید عُمر شاہ کے بعد اُن کے بھتیجے سید مبارک شاہ ساداتِ ستھانہ کے قائد قرار پائے۔ اُتمان زیوں نے انگریزی حکومت کو حالات سے باخبر کر دیا۔ انگریزوں نے مُجاہدین و سادات کے اس مرکز کو تاخت و تاراج کرنے کا منصوبہ بنایا، ادھر سادات اور مجاہدین نے بھی مل کر مدافعت کا پُورا پُورا انتظام کیا اور جہاد کا اعلان عام کر دیا۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد، ص ۵۵۵ بحوالہ کتاب یوسف زئی ص ۴۲۵)

$\frac{\text{۱۲۸۰ھ}}{\text{۱۸۶۳ء}}$ میں جب ضلع مردان کے جنوبی علاقوں میں انگریزی فوج نے نقل و حرکت شروع کی تو امیر المجاہدین مولانا عبداللہ صاحب نے ضلع مردان کے سرکردہ خوانین کو خطوط لکھ کر اس خطرے سے خبردار کیا اسی سلسلے میں ایک خط حضرت اخوند صاحب سوات کی خدمت میں بھی بھیجا گیا، جس میں آپ کی بزرگانہ عظمت اور دینداری کا تذکرہ کرتے ہُوئے لکھا گیا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو دُنیا میں فضیلت اور برتری عطا کی ہے، فرنگی جنگ کے ارادے سے فوج کے ساتھ ہماری طرف آرہے ہیں، اُن کا ارادہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کا ہے۔ درتند، تربیلہ اور امب میں اُن کے لشکر موجود ہیں، بہت سے خوانین اور روسا فرنگیوں کے ساتھ اپنے اخلاص کا اظہار کر رہے ہیں، ان حالات میں مسلمانوں کی حمایت و رفاقت نہ صرف آپ پر بلکہ تمام کلمہ گویوں اور دینِ حق کے خیرخواہوں پر فرض ہے۔ آپ کو چاہیے کہ رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے دین کی خاطر شاہزادہ مبارک شاہ کی حمایت کریں۔ دین کی عزت کا پاس مومنوں کے لیے زیبا ہے۔ خدا کی بارگاہ سے اس نیکی کی جزا ملے گی۔ اگر مسلمان دین کی عزت کا پاس نہ کریں گے تو دشمنوں کے ہاتھ سے سخت تکلیفیں اُٹھائیں گے۔"

حضرت اخوند صاحب نے یہ مکتوب پڑھ کر فرمایا۔ اس وقت بے شک مذہبی جنگ درپیش ہے۔ شہزادہ مبارک شاہ مومنوں کا سردار ہے۔ امارت اُس کی مسلم ہے اور سادات پہلے ہی سے سرداری کے منصب پر فائز چلے آتے ہیں۔ (سرگذشت مجاہدین ص ۳۲۵، ۳۲۶)

---

۱۸ اکتوبر ۱۸۶۳ء (۱۲۸۰ھ) کو جنگ امبیلہ کا آغاز ہوا جنرل چیمبرلین انگریزی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔ مجاہدین بڑی جانبازی، شجاعت اور بہادری کے ساتھ لڑے۔ مجاہدین اور انگریزی فوجوں میں دس بارہ معرکے بڑے زور کے ہوئے۔ حضرت اخوند صاحب کو اس جنگ کی اطلاع خط کے ذریعے سے پہلے ہی دی جا چکی تھی۔ اُنھوں نے اپنے علاقے میں جہاد کا اعلان عام کر دیا اور اپنے معتقدین کو حکم دیا کہ ہر شخص ہتھیار اور کھانے پینے کا سامان لے کر فوراً میدان جنگ میں پہنچ جائے۔ اخوند صاحب نے سیدو شریف سے روانہ ہو کر منگورہ میں قیام کیا اور وہاں نماز جمعہ کے بعد ایک خطبہ دیتے ہوئے جہاد کی اہمیت اور فضائل بیان کیے اور اسی خطبے میں اعلان کیا کہ اگر انگریز اس علاقے پر قابض ہو گئے تو میں اس ملک کو چھوڑ کر ہجرت کر جاؤں گا۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵)

انگریزوں کو سب سے بڑھ کر اندیشہ یہ تھا کہ کہیں اخوند صاحب سوات مجاہدین کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ ہو جائیں۔ بونیر و سوات یا دوسرے خطوں اور میدانی علاقے میں ان کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا۔ اخوند صاحب ہمہ گیر قبائلی ہیجان کو دیکھ کر خاموش نہ بیٹھ سکتے تھے چنانچہ وہ بھی موقع پر پہنچ گئے اور اُن کی وجہ سے قبائلی جوش و خروش میں مزید تندی اور تیزی پیدا ہو گئی۔ (سرگذشت مجاہدین ۳۳۲)

مجاہدین اور انگریزی فوجوں کے درمیان تین معرکے ہو چکے تھے کہ حضرت اخوند صاحب نے ۲۶ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو چار ہزار پیادہ سرفروش غازیوں اور ایک سو بیس سواروں کے دستے کے ساتھ محاذ جنگ

امبیلہ پہنچ کر وہاں کی مسجد میں قیام فرمایا۔ امیرالمجاہدین مولانا عبداللہ صاحب اور شہزادہ مبارک شاہ صاحب نے آپ سے مسجد میں ملاقات کی۔ جماعتِ مجاہدین کے عقائد کے بارے میں انگریزوں اور ان کے بدنہاد حامیوں نے پورے علاقے میں چونکہ بہت گمراہ کُن پروپیگنڈا کر رکھا تھا، اس لیے امیرالمجاہدین مولانا عبداللہ نے اخوند صاحب سے ملاقات کرتے ہی نہایت دلفگاری سے عرض کیا کہ سب سے پہلے آپ میرے عقائد سُن لیجیے تاکہ میرے مذہب کی حقیقت آپ پر واضح ہو جائے، اُن کے عقائد سُن لینے کے بعد اخوند صاحب نے فرمایا کہ اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، مَیں آپ کو اپنا فرزند سمجھتا ہُوں اور ہر وقت آپ کا خیر خواہ ہوں، پھر محبّت سے گلے لگا کر فرمایا کہ آج میرے اور آپ کے ناموس پر حملہ ہُوا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم مل کر انگریزوں سے لڑیں۔" (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵۷)

انگریزوں نے مجاہدین کے عزم و استقلال کو دیکھ کر محسوس کر لیا کہ مجاہدین سے توپ و تفنگ سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا انھوں نے مکاری، فریب اور پھُوٹ ڈالنے کے حربوں سے کام لینا شروع کیا۔ اُنھوں نے باجوڑ، دیر اور بُنیر کے خوانین کو خرید لیا، ان کے قبائلیوں نے ہمّت ہار دی اور واپس جانے لگے۔ اسی اثناء میں انگریز کمشنر نے ایک خط میں حضرت اخوند صاحب کو بھی لکھا کہ "آپ کیوں ناحق لوگوں کو قتل کرا رہے ہیں، برطانیہ کی طاقت بہت بڑی ہے، یہ لوگ اُن کے نئے آلاتِ حرب کا مقابلہ نہیں کر سکتے، آپ درویش ہیں، بہتر یہ ہے کہ آپ گوشہ نشینی اختیار فرمائیں، ہم تو صرف مُجاہدین کو ملکا سے نکالنا چاہتے ہیں۔"

حضرت اخوند صاحبؒ نے کمشنر کو جواب میں لکھا کہ "بے شک آپ قوی ہیں لیکن آپ سے بھی زیادہ ایک قوی اور منصف ہستی موجُود ہے جس نے اصحابِ فیل کو ابابیلوں سے تباہ کرایا، فرعون کو غرق کیا، نمرود کو مچھر سے ہلاک کرایا، بلا شُبہ مَیں فقیر ہُوں، آپ کیوں بار بار فقیروں پر چڑھائی کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل آپ کی حکومت کی شان کے خلاف ہے۔" (تذکرہ صوفیائے سرحد ص۵۵۸)

---

۲۳ دسمبر ۱۸۶۳ء کو انگریزی فوج اور مجاہدین کے درمیان ایک خونریز معرکہ ہُوا لیکن باجوڑ، دیر، اور بُونیر کے خوانین کی بے وفائی سے انگریزوں کو تقویت حاصل ہو گئی اور وہ شکستِ فاش سے بچ نکلے اسی جنگ میں بظاہر اُن کا پلّہ بھاری نظر آ رہا تھا۔ انگریزوں نے کئی بار حضرت اخوند صاحب کو ہتھیار ڈالنے

کے پیغام بھیجے لیکن آپ نے ہر بار انکار کیا اور فرمایا :

" ہم تو خدا کی راہ میں جہاد کرنے نکلے ہیں لہٰذا شہید ہو جائیں گے ۔ ہمارے لیے شہادت سے زیادہ کوئی سعادت ہی نہیں ہے ، ہم ملک گیری یا دُنیاوی مفاد کے لیے نہیں لڑتے ، اپنے وطن کی حفاظت اور فطری حقِ آزادی کے تحفظ کے لیے لڑنا تو ہمارا فرض ہے ، خدا ہمارے ساتھ ہے "

اخوند صاحبؒ ایک چٹان پر مورچہ بنائے ہوئے اس میں تشریف فرما تھے ۔ امبیلہ کے محاذ پر ہندوستانی مُجاہدین اور چند عقیدتمند صاحبِ سوات کے گرد حلقہ باندھے ہوئے بے سروسامانی کے عالم میں لڑ رہے تھے ۔ اس معرکے میں جانباز مُجاہدین انجام سے بے نیاز ہو کر پُوری بے جگری اور مردانگی سے برٹش فوجوں کا مقابلہ کر رہے تھے ، قبائلی پٹھانوں نے بے سروسامانی کے عالم میں گوریلا جنگ کے وہ جوہر دکھائے کہ انگریزوں کا فاتحانہ غرور خاک میں مل گیا ، پہلے حملے میں برطانوی فوج جو تربیت یافتہ تھی اور ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس تھی ، ایسی مُنہ کی کھانی پڑی کہ بقول ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر " آگے بڑھنا ناممکن تھا اور پیچھے ہٹنا شکست سے بدتر " (تاریخ سوات ، محمد آصف خان ۔ ص ۸۳ تا ۹۳ ملخصاً)

مُجاہدین اگرچہ دشمن کے مقابلے پر بہت تھوڑے تھے تاہم وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح استوار کھڑے تھے ، انگریزی فوجیں نمودار ہوئیں تو مُجاہدین نے پہلے ایک باڑماری پھر ہر طرف سے توپیں اور بندوقیں آگ اُگلنے لگیں ، پُورا میدان دُھوئیں سے تیرہ و تار ہو گیا ، مجاہدین نے تلواریں عَلم کیں اور دشمن پر ٹوٹ پڑے اُن کی مثال وُہی تھی جیسے پروانے شمع پر گرتے ہیں ۔

بہرحال مُجاہدین نے راہِ حق میں اس طرح جانیں دیں کہ اخوند صاحب سوات کوتل پر بیٹھے اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور بے قراری سے ادھر اُدھر دوڑنے لگے ۔ ہر ایک سے کہتے کہ جاؤ کہ ان بہادروں کی امداد کرو ، کبھی ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے :

الٰہی بدہ فتح اسلام را ۔۔۔ بکن غرق خصمِ بد انجام را

مُجاہدین سب کے سب شہادت سے سرفراز ہوئے ۔ مُجاہدین نے اپنے خونِ حیات سے امبیلہ

کے میدان میں جو نقش مرتسم کیا وہ زمانے کی گردش سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگیا اور انشاءاللہ تا قیامت محفوظ رہے گا۔

سرگزشت مجاہدین، غلام رسول مہر، ص ۳۱۷، ۳۴۰

تواریخ خزانۂ بونیر" قلمی" از مولانا عبدالحق ... ص ۱۳۸، ۱۴۲

اس جنگ میں تین ہزار مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ناقابلِ تسخیر صورتِ حال دیکھ کر ۲۷ دسمبر ۱۸۶۳ء کو انگریزوں نے مجبوراً صلح کی درخواست پیش کی جسے اخوند صاحب نے مصلحتِ وقت کے تحت اس شرط پر قبول کرلیا کہ انگریزی فوج فوراً واپس چلی جائے۔ حضرت اخوند صاحب کے مجاہدانہ استقلال اور سرفروشی کے مضبوط عزائم نے بالآخر انگریزی فوج کو سوات اور بونیر کی سرحدوں سے نامراد واپس چلے جانے پر مجبور کردیا۔ امبیلہ کی اس لڑائی کے بعد انگریزوں کو پھر کبھی یہ ہمت نہ ہوئی کہ سوات اور بونیر کی تسخیر کے لیے فوج کشی کریں۔

مؤلف تاریخ سوات لکھتے ہیں:

"اگرچہ انگریزی فوج نامراد واپس ہوئی لیکن بونیر والوں کی غدّاری کی وجہ سے صاحبِ سوات اُن سے کچھ افسردہ خاطر ہوگئے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "اگر بونیر والے غدّاری نہ کرتے تو انگریزوں کا انجام کچھ اور ہوتا"۔ ص ۹۱

حضرت اخوند صاحب سوات کی حیاتِ مبارک پر امام المجاہدین حضرت سیّد احمد شہید اور ان کی جماعتِ مجاہدین کے جذبۂ جہاد اور ذوقِ عمل کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

مولف تاریخ سوات نے صاحبِ سوات کی زندگی کے جو پانچ مقاصد بیان کیے ہیں، اِن سے اس کی تائید و تصدیق ہوتی ہے، وہ پانچ مقاصد حسبِ ذیل ہیں:

(۱) تجدید دینِ اسلام اور پٹھانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۲) جہل، بدعات اور باطل رسومات کا انسداد۔

(۳) سوات اور بونیر کے لیے حکومتِ الٰہیہ کا قیام۔

(۴) سوات اور بونیر کو انگریزی سیلاب سے بچانا۔

(۵) صوبہ سرحد کو انگریزی تسلط سے آزاد کرانا۔

اس میں شک نہیں کہ آپ زندگی کے مذکورہ اوّل چار مقاصد میں کامیاب بھی ہوئے — مؤخر الذکر کی تکمیل کے لیے تیاریوں میں مصروف ہی تھے کہ دُنیا سے کوچ کرنے کا وقت آ گیا اور اگر زندگی وفا کرتی تو آپ امیر شیر علی خاں (والیٔ کابل) سے مل کر انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے والے تھے ص۹۸

---

۷ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء کو چوراسی سال کے شب و روز گزار کر زُہد و شجاعت کا یہ آفتاب عالمتاب غروب ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے خُلفاء کرام بھی جذبۂ جہاد سے سرشار رہے۔ اُنھوں نے انگریزوں کے خلاف عَلَمِ جہاد بلند کیے رکھا۔ مولانا نجم الدین ہڈے مُلّا (م ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) اور مولانا عبدالوہاب صاحب پیر مانکی شریف (م ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) اس سلسلے میں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت ہڈے مُلّا اپنے مُرشدِ گرامی کے وصال کے بعد ۱۸۷۷ء سے ۱۹۰۱ء تک تقریباً پچیس سال تک ان تمام لڑائیوں میں شریک رہے جو انگریزوں اور قبائلی مسلمانوں کے درمیان ہُوئیں۔ پیر مانکی صاحب حضرت اخوند صاحب کے ہمراہ جنگِ امبیلہ میں شریک تھے۔ حضرت ہڈے مُلّا کے سلسلے میں حاجی فضل واحد صاحب ترنگزئی (م ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء) کا نامِ نامی بہت ممتاز ہے، حاجی صاحب ترنگزئی نے بھی جہاد کی روایت کو قائم رکھا اور عمر بھر انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے اور ایک مُجاہدِ اسلام کی زندگی بسر کی۔ برِصغیر کی مشہور تحریک ریشمی رومال کے بھی آپ سرگرم کارکن اور مُجاہد تھے۔ امیرِ تحریک حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ سے باقاعدہ آپ کا رابطہ اور راز و نیاز تھا۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور سنڈاکی مُلّا صاحب دونوں کا تعلق حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک کے ساتھ تھا۔

حضرت شیخ الہندؒ کے زمانۂ اسارتِ مالٹا میں تحریک ریشمی رُومال کے قائد و امیر قُطبِ ربّانی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری قدس سرہٗ (م ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء) کے مُرشدِ اوّل حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ بھی حضرت اخوند صاحب سوات کے خُلفاءِ عظام میں سے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت اخوند صاحب واللہؒ کے چند مشہور خلفاء یہ ہیں: (۱) حضرت کربوغو ملا صاحبؒ (۲) حضرت مولانا حمید اللہ صاحب سوڑ باباؒ (۳) حضرت اخوند [illegible] محمد عرف [illegible] (۴) [illegible] صاحب [illegible]
(۵) حضرت [illegible] سلطان محمود صاحب اعوان [illegible] (۶) حضرت شیخ عبدالرحیم [illegible] (۷) حضرت [illegible] فضل [illegible]

شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری قدس سرہٗ

تحریر: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

حضرت میاں صاحب سرساوہ ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے، اگر یہ (خاندانی روایت) صحیح ہے کہ ۸۹ سال کی عمر میں وفات ہوئی تو ولادت ۱۲۱۴ھ میں ہوئی ہوگی، حضرت رائپوریؒ حضرت میاں صاحب کے نہایت دل آویز اور بڑے رفیع حالات سناتے تھے، اُن کی مدد سے اُن کا ایک مختصر سا تذکرہ اور تعارف مرتب ہو سکتا ہے۔

فرماتے تھے کہ میاں صاحب حضرت حاجی اخوند صاحبؒ سوات کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی، حاجی صاحب نے بیعت فرما لیا اور شرط کی کہ انگریزوں کی نوکری نہیں کروگے ورنہ بیعت شکست ہو جائے گی، وہ بیعت کر کے چلے آئے لیکن بعض حالات ایسے پیش آئے کہ انھوں نے نوکری کر لی پھر جب سیدو شریف حاضر ہوئے، اخوند صاحب نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ جا تو ہمارے کام کا نہیں رہا۔ آپ پندرہ روز تک وہاں روتے رہے، اخوند صاحب نے بلوا کر دوبارہ اسی شرط پر بیعت لی اور وہیں کے ہو رہے وہاں سیدو شریف میں ایک غار میں معمولات پورے فرماتے تھے، ایک روز اس غار کے اُوپر اس چٹان پر شیر آکر بولنے لگا، اس کی آواز سے پہاڑ کی چوٹی سے پتھر گرنے لگے، فرماتے تھے ذرا سکون میں فرق آیا، پھر اپنا ذکر اُسی قوت سے شروع کر دیا، بڑے قوی النسبت اور صاحب کشف و تصرف بزرگ تھے، اُٹھنا بیٹھنا مشکل تھا۔ اس کے باوجود روزانہ سو رکعتیں نفل پڑھا کرتے تھے، خادم کھڑا کر دیتے تھے، آپ نفل پڑھنے لگتے اور اُٹھنے بیٹھنے میں کوئی دِقّت نہیں ہوتی تھی، کشف کا یہ حال تھا کہ مرزا صاحب کی شہرت اور دعوے سے بہت دن پہلے حکیم نورالدین صاحب مہاراجہ جموں کی صحت کے لیے دُعا کرانے کے لیے آئے، فرمایا تمھارا نام نورالدین ہے حکیم صاحب نے کہا "ہاں" فرمایا علاقہ قادیان میں ایک غلام احمد پیدا ہوا ہے جو کچھ عرصہ کے بعد ایسے دعوے کریگا جو اُٹھائے نہ جائیں گے نہ رکھے جائیں گے، تم اس کے مصاحب لکھے ہوئے ہو، حکیم صاحب نے استعجاب کا اظہار کیا تو فرمایا کہ تمھیں بحثنے کی عادت ہے اور مناظرہ کا شوق ہے، یہی عادت تم کو وہاں لے جائے گی، باوجود کشف و کرامات و علوئے نسبت کے مزاج میں بہت تواضع اور مسکنت تھی، فرماتے تھے کہ جب میں بازار سے گزرتا ہوں اور لوگ سلام کرتے ہیں تو گھڑوں پانی پڑ جاتا ہے، ندامت میں ڈوب جاتا ہوں، انتقال بھی

عجیب طریقہ سے ہُوا، ایک دن گھر سے خوشدامن صاحب نے آواز دی کہ میاں صاحب رقیہ (چھوٹی بچی) رُوٹھی ہُوئی ہے اُس کو مناؤ، فرمایا کیسی رقیہ اور کس کی رقیہ، ہم نے اپنے رُوٹھے کو منالیا، یہ کہہ کر ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا، کروٹ لی اور سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ مظاہر العلوم میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ابتدا سے بزرگوں سے عقیدت اور اُن کی صحبت میں بیٹھنے کا شوق تھا، میاں صاحب کے پاس حاضر ہُوا کرتے تھے، میاں صاحب کو بھی بڑی نظرِ عنایت تھی، ایک روز فرمایا آمیرے چاند تجھے بیعت ہی کرلوں، کچھ عرصہ کے بعد اجازت بھی مرحمت فرمائی،

مولانا عبداللہ شاہ صاحب کرنالی "تعلیماتِ رحیمی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت پیر و مُرشد (حضرت میاں صاحب سہارنپوری) بدرجۂ غایت متبع سُنّت اور محترز از بدعت تھے، کبھی عُرس اور محفل رقص و سرود و شعر خوانی میں شریک نہیں ہوتے تھے اور اپنے خادمان کو اتباعِ شرع کا تقید فرماتے تھے اور بدعات سے منع فرماتے تھے۔" (ص ۵۲-۵۳)

۲۱ ربیع الاوّل ۱۳۰۳ھ روز دوشنبہ وقت شب میاں صاحب کی وفات ہُوئی، خلفاء میں مولوی محمد امیر باز خاں صاحب جانشین، مولانا عبداللہ شاہ صاحب کرنالی، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری ممتاز و مشہور ہیں۔ (ماخوذ از سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

تحریر: سید نفیس الحسینی

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ اکابر علماءِ دیوبند کے معاصر و مرتبہ شناس تھے۔ آپ کے خلیفۂ اوّل و جانشین حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحب اپنی تالیف "شہاداتِ امیریہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"خبرِ حسرت اثر مرگِ مولانا و استاذنا مولوی محمد قاسم (نانوتوی) صاحب کی آئی تو حضرت (شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری) نے آبدیدہ ہو کر فرمایا، کہ آج میری پُشت دو صدموں سے ٹوٹی ہے، ایک مرگ مولوی محمد قاسم صاحب کی سے۔ دوم رحلت مولوی احمد علی صاحب (محدث سہارنپوری) سے یہ دونوں بزرگوار بے ریا، متبع شریعت مفیض اکمل تھے، مجھ کو ان کے باعث بڑی تقویت

تھی، اب میں تہارہ گیا۔"

(شہاداتِ امیریہ علی المکشوفاتِ رحیمیہ: ص ۱۴۴ مطبوعہ بلالی پریس ساڈھورہ ۱۳۱۹ھ)

آپ کا فیضان بارانِ رحمت کی صورت تھا۔" تعلیماتِ رحیمیؒ میں آپ کے خلفاء کرام کے نام اس ترتیب سے تحریر ہیں:

(۱) حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحب قدس سرہٗ

(۲) حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب جلال آبادی ثم الکرنالی قدس سرہٗ

(۳) حضرت مولانا شاہ ابو الحسن صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ۔

(۴) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری جو قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہٗ سے بھی مجاز ہوئے۔

(۵) حضرت مولانا عبدالخالق صاحب ساکن مہم ضلع رہتک نور اللہ مضجعہٗ۔

(۶) حضرت مولانا قاری عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تخت ہزاروی۔

(۷) حضرت مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی نور اللہ مضجعہٗ۔

حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحبؒ اور حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کرنالیؒ دونوں دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے تعلیم یافتہ تھے۔ ردِ بدعات میں حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحب کی تالیف "انجلاء القلوب" بے نظیر ہے۔ باقی تمام خلفاء بھی اکابرِ علماء دیوبند سے کمال حسنِ عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحبؒ ۱۲۹۴ھ میں حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کے لیے اس عظیم الشان قافلے کے ساتھ تھے جس میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور آپ کے شفیق استاذ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے اکابر شامل تھے۔ (احوال العارفین ص ۳۱۳)

آپ کا فیض آپ کے خلفاء خصوصاً حاجی میاں محمد اسمٰعیل صاحب اور حضرت مولانا ولی محمد صاحب رڑھی والوں کے ذریعے جاری ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب سے ایک صاحب نے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد

صاحب محدّث گنگوہی قدس سرہٗ کی نسبت دریافت کی، آپ نے فرمایا کہ "حضرت مولانا گنگوہیؒ کی نسبت بہت قوی اور غیر متناہی ہے" (رہنمائے طریقت ۳۲ مطبوعہ کراچی ۱۳۹۴ھ)

حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحبؒ کے خلفاء میں حضرت حاجی مولا بخش صاحب ممتاز و باکمال بزرگ تھے۔ [redacted] اور حضرت مولانا طفیل احمد صاحب فاروقی قادری تھے۔ مولانا طفیل احمد صاحب کا گزشتہ سال کراچی میں انتقال ہُوا ہے وہ بزرگانِ دیوبند کے عاشق و شیدائی تھے، انھوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبّیر احمد عثمانی قدس سرہما کا ترجمہ و تفسیر قرآن پاک بصد اہتمام جزئی سے طبع کرایا۔ کراچی میں ان کا قائم کردہ دارالتصنیف اور تبلیغی کالج نمایاں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا طفیل احمد صاحبؒ نے اپنے بعد کے لیے محترم جناب ریاض احمد صاحب کو اپنی جگہ پر مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی عُمر اور اخلاص میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب حضرت شیخ الہندؒ کے ممتاز شاگرد اور علومِ قاسمیہ کے امین تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصنیفات کی تسہیل و تشریح آپؒ فرمائی یہ کتابیں دارالعلوم دیوبند سے شائع ہو چکی ہیں۔

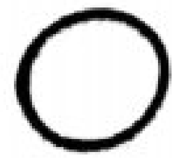
حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری قدس سرہٗ (م ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء) کا سلسلہ آفتاب کی طرح روشن ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدّث سہارنپوریؒ (م ۱۳۴۶ھ) کی تالیف "المہند علی المفند" (عقائد علماء دیوبند) پر آپ کی تصدیق ثبت ہے۔ آپ کے جانشین قطب الارشاد مُرشدنا و مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ (م ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) تھے، جن سے سلسلے کو بڑی وُسعت ہُوئی۔ عُلماءِ دیوبند کی ایک خاصی تعداد انکے دستِ حق پرست پر بیعت ہُوئی، اُن کے خلفاءِ کرام میں امیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری صاحبؒ (م ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی مدظلہٗ، مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مولانا محمّد منظور نعمانی مدظلہٗ مؤلف معارف الحدیث و مُدیر الفرقان لکھنؤ جیسے یگانۂ روزگار اہلِ علم و فضل شامل ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رائپوری ثم سرگودھوی دامت برکاتہم آجکل حضرت کے جانشین ہیں۔

حضرت قاری عبدالکریم صاحب تخت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب

رائپوری قدس سرہ سے نہایت درجہ تعلقِ خاطر تھا۔ چنانچہ اپنے شیخ عالی مقام کے وصال کے بعد عموماً بار بار خانقاہ رائپور تشریف لے جاتے تھے اور کافی عرصہ قیام فرماتے، وہیں حضرت اقدس رائپوریؒ نے اپنے خاندان میں ان کی شادی بھی کرادی تھی، حضرت قاری صاحب کے ایک خلیفہ حکیم امیر الحسن صاحب سہارنپوریؒ تھے جو جناب صوفی محمد برکت [redacted] باد کے پیر و مرشد تھے۔ صوفی صاحب کے حلقے میں جدید طبقہ سے تعلق رکھنے والے بعض بڑے افسر بھی شامل ہیں۔ جناب صوفی صاحب اکابر علماء دیوبند، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہم کو مقبولِ بارگاہِ خداوندی جانتے ہیں اور اُن کی تصانیف سے استفادہ کرتے ہیں۔ دار العلوم دیوبند کو تو وہ حضرت شیخ علاء الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ ہی کا مدرسہ کہتے ہیں، اس بناء پر کہ بزرگانِ دیوبند سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کے چشم و چراغ ہیں۔

حضرت صوفی نور محمد صاحب لودیانوی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ اُمّ المدارس کے بانی اور "نورانی قاعدہ" کے مؤلف ہیں۔ علماء دیوبند کے مسلکِ حق و اعتدال کے حامل تھے، اُن کی اولاد حضرت مُرشدنا و مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ کی حلقہ بگوش ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

("الرشید" دار العلوم دیوبند نمبر ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء)



حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب جلال آبادی ثم کرنالی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: مولانا اشتیاق احمد دیوبندیؒ

وطن آبائی آپ کا تھانہ بھون جلال آباد ضلع مظفر نگر تھا۔ من بعد بارشاد شیخ کرنال قیام فرمایا جو وطن ثانی ہوا۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو علوم ظاہری و باطنی ہر دو میں ید طولیٰ عطا فرمایا تھا۔ علم ظاہری کے لحاظ سے ایک متبحر عالم تھے۔ کمالات باطنیہ آنحضرت کے نہ صرف اس عاجز و قاصر کے بلکہ بڑے بڑے صاحبان بصیرت کی حد نظر سے بالاتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرتبۂ غوثیت عطا فرمایا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اکتساب علوم شرعیہ مختلف مقامات سے کیا۔ آپ نے کافیہ تک کی ابتدائی تعلیم حضرت مولانا فتح محمد صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل فرمائی۔ مولانا مرحوم ایک باخدا اور متشرع عالم اور مشہور بزرگ تھے جو حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم کے اساتذہ میں سے تھے۔ آپ کے بعض حالات کا تذکرہ موصوف نے اپنے بعض مضامین میں فرمایا ہے، بڑی کتابوں میں مولانا کے ساتھی اور ہم سبق بھی رہے، فیما بین نہایت مخلصانہ روابط تھے۔ علوم منطق و فلسفہ آپ نے مُرادآباد میں اس فن کے متبحر علماء سے حاصل کیا۔ ۱۲۸۳ھ میں دیوبند ضلع سہارنپور میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ قائم ہوا۔ یہ زمانہ آپ کے اکتساب علم کا تھا۔ آپ بھی یہاں داخل ہو گئے اور تین سال تک یعنی ۱۲۹۲ھ سے ۱۲۹۵ھ تک یہاں کے فقید المثال بزرگوں سے علمی فیوض حاصل فرماتے رہے۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز بھی اس مبارک مرکز علوم دینیہ میں تعلیم پاتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید احمد صاحبؒ وغیرہما آپ کے شفیق اساتذہ میں سے تھے، نحو، بلاغت، ادب، منطق، حکمت، کلام، اصول، فقہ، حدیث کی بہت سی کتابیں یہاں پڑھیں اور دیگر علوم اور مقامات میں دیگر اساتذۂ باکمال سے حاصل فرمائے۔ تکمیل حدیث حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ نیز حضرت مولانا قطب الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ۱۲۸۶ھ میں بعض کتب احادیث پڑھ کر سند حاصل فرمائی، نیز سند مصافحہ بھی مولانا موصوف کی طرف سے عطا ہوئی۔

علم طب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دوران قیام دہلی میں حکیم حسام الدین صاحب عرف حکیم منجھلے صاحب جو اس زمانہ کے قابل اطباء میں شہرت رکھتے تھے حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس فن میں بھی اعلیٰ قابلیت اور حذاقت تامہ عطا فرمائی تھی۔

سہارنپور کے دورانِ قیام میں حضرت مولانا و مقتدانا مولانا محمد امیر باز خاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز سے روابط اتحاد ہونے کی وجہ سے اکثر ساتھ رہتا تھا۔ آپ خلاصۂ اولیاء کبار، زبدۃ اتقیاء اخیار، محرم اسرار احدیت، ہمدم انوار وحدیت حضرت شاہ عبد الرحیم[۱] صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کے

---

[۱] حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ کے سلسلۂ قادریہ کے متعدد طرق ہیں جن کو درج ذیل کیا جاتا ہے (۱) مجددیہ مؤمنیہ (۲) جنیدیہ (۳) معصومیہ (۴) مجددیہ محمدیہ۔

مجددیہ مؤمنیہ حضرت[۱] سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت[۲] علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، حضرت[۳] حسن البصریؒ، حضرت[۴] حبیب عجمیؒ، حضرت[۵] داؤد طائیؒ، حضرت[۶] معروف کرخیؒ، حضرت[۷] الشاہ عبداللہ السری السقطیؒ، حضرت[۸] الشاہ جنید البغدادیؒ، حضرت[۹] خواجہ ابوبکر شبلیؒ، حضرت[۱۰] خواجہ عبد الواحد بن عبد العزیزؒ، حضرت[۱۱] خواجہ ابو الفرح الطرطوسیؒ، حضرت[۱۲] الشاہ ابو الحسن علی الهنکاریؒ، حضرت[۱۳] الشاہ ابو سعید مخزومیؒ، حضرت[۱۴] الغوث الاعظم السید محی الدین عبد القادر الجیلانیؒ حضرت[۱۵] السید عبد الرزاقؒ، حضرت[۱۶] السید شرف الدین القتالؒ، حضرت[۱۷] السید عبد الوہابؒ، حضرت[۱۸] السید بہاء الدینؒ، حضرت[۱۹] السید عقیلؒ، حضرت[۲۰] الشاہ شمس الدین الصحرائیؒ، حضرت[۲۱] الشاہ گدا رحمنؒ، حضرت[۲۲] الشاہ ابو الحسنؒ، حضرت[۲۳] الشاہ شمس الدین العارف ابن شاہ ابی الحسن المذکور، حضرت[۲۴] الشاہ گدا رحمنؒ، حضرت[۲۵] الشاہ فضیلؒ، حضرت[۲۶] الشاہ کمال کیتھلیؒ، حضرت[۲۷] الشاہ سکندر کیتھلیؒ، حضرت[۲۸] الشیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت[۲۹] السید آدم بنوریؒ، حضرت[۳۰] الشاہ حبیب، حضرت[۳۱] السید شاہ بہاز، حضرت[۳۲] الشاہ مومن گکروڑیؒ، حضرت[۳۳] الشاہ صدیق لشوانیؒ، حضرت[۳۴] حافظ محمد، حضرت[۳۵] الشاہ شعیب توڈھیریؒ حضرت[۳۶] اخوند شاہ عبد الغفورؒ، حضرت[۳۷] الحاج الشاہ عبد الرحیم السہارنپوریؒ **قادریہ جنیدیہ** حضرت[۱۴] غوث الاعظم الشیخ عبد القادر جیلانیؒ، حضرت[۱۵] شاہ دولہ، حضرت[۱۶] منور، حضرت[۱۷] شاہ عالم دہلوی حضرت[۱۸] شیخ احمد ملتانیؒ حضرت[۱۹] الشیخ جنید پشاوریؒ، حضرت[۲۰] شاہ صدیق لشوانیؒ (جن سے سلسلہ مجددیہ مؤمنیہ میں نمبر ۳۳ پر مذکور ہے) آگے حسب سابق۔

قادریہ معصومیہ حضرت[۱۴] الغوث الاعظم الشیخ عبد القادر الجیلانیؒ، حضرت[۱۵] شیخ احمد ستانیؒ، حضرت[۱۶] شیخ احمد ملتانیؒ، حضرت[۱۷] شیخ عبداللہ، حضرت[۱۸] سید جلال الدین ثانیؒ، حضرت[۱۹] شیخ بہاء الدینؒ، حضرت[۲۰] سید جلال الدینؒ، حضرت[۲۱] شیخ

---

[۲] بعض سلاسل معتبرہ میں یہ واسطہ تحریر نہیں ہے نیز بعض کتب سیر میں لکھا ہے کہ حضرت شمس الدین عارف حضرت سید گدا رحمن اول کے خلیفہ تھے ممکن ہے کہ آپ اپنے والد حضرت شاہ ابو الحسن کے خلیفہ ہوں اور ان کے شیخ حضرت سید گدا رحمن اول سے بھی انکو خلافت ملی ہو

خلیفۂ اوّل تھے، آپ کی معیت میں حضرت شاہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی مجلسِ مبارک میں حاضری کا اتفاق ہوتا رہتا تھا، یہاں تک کہ شرفِ بیعت سے مشرف ہو گئے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات و کرامات کا احصا ضخیم جلدوں میں بھی دشوار ہے آپ نادرالوجود بزرگوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے ہزاروں خزانے اس ایک ہستی میں ودیعت فرما دیے تھے۔ افاض اللہ علینا من برکاتھم۔

اب تک جو کچھ بھی ہوتا رہا وہ سب تمہید تھی اس اصل مقصد کی تکمیل کی جس کا دور اب شروع ہوا

؎ مولوی از خود نہ شد مولائے روم — تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

چنانچہ اس سلسلۂ عالیہ غفوریہ رحیمیہ میں داخل ہو کر آپ نے حسبِ ارشادِ مرشد مجاہدات

(بقیہ ص) محمد یاسینؒ، حضرت[۲۲] سید مستانؒ، حضرت[۲۳] سید زین الدینؒ، حضرت[۲۴] شیخ عبدالرزاقؒ، حضرت[۲۵] شیخ غیاث الدینؒ، حضرت[۲۶] شیخ خیراللہؒ، حضرت[۲۷] شیخ حاجی سعیدؒ، حضرت[۲۸] السید محمد معصومؒ، حضرت[۲۹] شیخ جنید پشاوریؒ حضرت[۳۰] شاہ صدیق لشواڑیؒ۔ آگے حسبِ سابق:

مجددیہ محمدیہ حضرت[۲۹] سید آدم بنوریؒ، حضرت[۳۰] شیخ بہادر کوہاٹیؒ، حضرت[۳۱] شیخ مامون یوسف زئیؒ، حضرت[۳۲] شیخ محمد نعیمؒ، حضرت[۳۳] محمد شاہ سدومیؒ، حضرت[۳۴] شاہ صدیق لشواڑیؒ، آگے حسبِ سابق۔ سلسلۂ قادریہ کی ایک فرع بلا واسطہ حضرت شاہ ابوسعید مخزومی ہے۔ یہ سلسلہ مطابق آپ کے سلسلۂ نسب کے ہے اباً عن جدٍ۔ اس طرح حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت حسنؓ، حضرت سید حسن المثنیٰ، حضرت سید عبداللہؒ، حضرت سید موسیٰ جونؒ، حضرت سید موسیٰ سورثؒ، حضرت سید یحییٰ زاہدؒ، حضرت سید عبداللہؒ، حضرت سید موسیٰ جنگی دوستؒ، حضرت سید ابوصالحؒ، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانیؒ۔ اسی سلسلہ قادریہ کی ایک فرع "سلسلۃ الذہب" موسوم ہے۔ اس طرح حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت حسینؓ، حضرت زین العابدینؒ، حضرت محمد باقرؒ، حضرت جعفر صادقؒ، حضرت موسیٰ کاظمؒ، حضرت علی موسیٰ رضاؒ، حضرت معروف کرخیؒ، آگے مطابق سلسلۂ مذکور، حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب سلسلہ ہے جس کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف پانچ واسطے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک بزرگ حافظ سلطانؒ کبیر السن ہوئے۔ وہو ہذا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت شیخ سعیدؒ، حضرت شیخ محمودؒ، حضرت شیخ حافظ سلطانؒ حضرت شیخ عبدالرحمٰنؒ، حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ۔ ۱۲ اشتیاق احمد۔

شروع کر دیے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجّہ آپ کی طرف خاص تھی حتیٰ کہ اکثر آپ کے لیے لفظ فرزند استعمال فرماتے تھے۔ رحمتِ الٰہی نے استعدادِ عالی بخشی تھی، تقدیرِ الٰہی تھی کہ عبداللّٰہی دریائے فیوض سے ہزاروں تشنگانِ بادۂ وحدت سیراب ہوں، ادھر ایسے شیخِ اکمل و مکمل کی مخصوص توجہ، نتیجہ یہ ہُوا، کہ برسوں کی ترقی مہینوں اور مہینوں کی دنوں میں میسّر ہُوئی ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حتیٰ کہ ۱۲۹۳ھ میں آپ نعمتِ خلافت سے سرفراز فرمائے گئے اور ہدایتِ خلق کے لیے مامُور ہُوئے۔ آپ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ ثانی تھے اور خلیفۂ ثالث حضرت مولانا شاہ ابُوالحسن صاحب سہارنپوری قدس اللہ سرہٗ تھے اور خلیفۂ رابع حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہٗ تھے جو کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مجاز تھے۔ نیز حضرت مولانا عبدالخالق صاحب ساکن مُہَم ضلع رہتک نوراللہ مضجعہٗ اور حضرت مولانا قاری عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تخت ہزاری اور حضرت مولانا نور محمّد صاحب لُدھیانوی نوراللہ مضجعہٗ و دیگر جملہ خلفاء صاحب نعمت اور ہر ایک بجائے خود آفتابِ حقیقت تھے، ان بزرگوں میں سے ہر ایک کے حالاتِ عالیہ ایک دفتر چاہتے ہیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے آپ کو اکابرِ متقدمین کی نسبت سے سرفراز فرمایا۔ تربیۃ السالکین میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خاص ملکہ تھا۔ حضرت مولانا محمّد امیر بازخاں صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ اس باب میں تیمناً و تبرکاً نقل کیے جاتے ہیں جن کو آپ نے بطورِ تقریظ "تعلیماتِ رحیمی" پر تحریر فرمایا ہے۔

"مولوی صاحب موصوف اعلیٰ مریدین حضرت پیر و مُرشد برحق حاجی شاہ عبدالرّحیم صاحبؒ سے ہیں، مَیں نے اُن کو اپنے سامنے بیعت کرایا اور میرے سامنے اُن کو حضرت پیر و مُرشد نے اجازت بیعت کی دی اور میرے قلم سے

؏ یہ خادم آپ کی زیارت سے مشرف ہُوا ہے، سلف صالحین کے نمونہ تھے، نہایت متقی اور محتاط تھے۔ آپ کے بہت سے حالات اور کرامتوں سے آپ کے عزیز برادر محترم جناب منشی نثار احمد صاحب سہارنپوری کے ذریعہ سے احقر مطلع ہے یہاں چونکہ موضوعِ بحث نہیں ہیں اور نیز تنگیٔ مقام کی وجہ سے درج نہیں کیے گئے۔ آپ کی وفات ۲۹ رجب ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء یوم شنبہ کو ہُوئی۔ ۱۲۔ اشتیاق احمد

سندِ فضیلت و کمال تحریر ہو کر عنایت ہوئی تا زمانِ ارتحال حضرت پیر و مُرشد اس عالی ظرف نے اس قدر استعداد بہم پہنچائی کہ جس شخص کو اُن کی توجہ میں بٹھلایا اُس نے وصلِ عُریانی کا جام چکھا اور جس قلبِ قاسیہ کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا، اُس کو مخزنِ انوار بنایا، حضرتِ مُرشدِ مرحوم کی توجہ خاص تا دمِ ارتحال ان پر بدرجۂ اتم رہی اور بعض اوقات میں خوشنودیٔ مزاج کے صلہ میں اُن کو اپنا فرزند فرمایا۔"

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے واقعات کے دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں کہ پہلی ہی توجہ میں طالب کا برسوں کا کام پورا ہو گیا۔ جس سندِ فضیلت و کمال کا ذکر حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اس کی نقل درج ذیل کی جاتی ہے :

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ سیّد المرسلین شفیع المذنبین محمّد والہٖ اجمعین والسلام علیٰ مشائخ الکبار واھل الطریقۃ العظام الیٰ یوم الدین ۔ بعد ازاں کہتا ہے بندۂ مسکین (حاجی) عبدالرحیم (شاہ) سرساوی کہ حبیبی و مخلصی مولوی عبداللہ شاہ جلال آبادی نے مجھ سے بیعتِ ارادت و طریقت درسلسلۂ قادری حاصل کر کے تہذیبِ اخلاق صوفیاء کرام و سلوکِ طریقت مشائخ قادریہ و نقشبندیہ و چشتیہ مع نسبتِ کاملہ مجدّدیہ غفوریہ سے مشرف ہوئے اور خلعتِ صحبت و مجاہدہ و فنا و بقاء باسرہا سے مستفیض، اب مَیں نے ان کو اپنی جانب سے خلیفۂ ثانیہ قرار دے کر اجازت ہدایت طلباء صادقین و مریدانِ مخلصین کی دی کہ ہر سہ طُرق بلکہ عموم نسبتِ مروّجہ در ہندوستان کو ارشاد فرمائیں ۔ اللھم بارک لہ فی اھدائہٖ وامنہ عن الآفات ومخالفیہ وابقاہ بطول العمر بحرمۃ سید الثقلین نبی الحرمین صلوات اللہ علیہ آمین یا رب العٰلمین ۔ تحریر فی تاریخ بست و ہشتم شہر شوال المکرم ۱۲۹۳ھ ہجری ۔

بقلم الضعیف [مہر: محمد امیر باز خاں ۱۲۸۷] العبد [مہر: عبدالرحیم شاہ ۱۲۸۷]

بعد تکمیل و وصولِ مقاماتِ عالیہ آپ قطبیتِ کرنال پر مامور ہوئے اور حسب ارشاد حضرت شاہ صاحب

کرنال ہی میں توطن اختیار فرمایا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو دیگر بزرگوں سے بھی نعمتیں حاصل ہوئیں۔ ۱۳۱۳ھ میں آپ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، مکہ مبارکہ میں حضرت قطب مکہ عارف باللہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ کے دست مبارک پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں شرف بعیت حاصل ہوا اور من بعد مشرف بخلافت واجازت ہوئے اور حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ نے سند اجازت وکلاہ عطا فرمائی۔

نیز اسی سلسلۂ عالیہ یعنی چشتیہ صابریہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مخصوص نسبت اُویسی بھی ہے جو نہایت عظیم الشان ہے وہ یہ کہ حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۴ھ میں بمقام پانی پت اپنی نسبت خاصۂ جلیلہ سے آپ کو منور فرمایا اور اپنی جانب سے اس سلسلہ کی اجازت عطا فرمائی آپ خلیفہ تھے حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے، فالحمد للہ حمداً کثیرا۔ چونکہ اس قسم کا سلسلہ جس میں رُوح مجرد عن الجسم سے استفاضہ ہوتا ہے، حسب طریق مشائخ افاضۂ طالبین کے لیے کافی نہیں ہوتا اس لیے بہت ممکن ہے کہ یہی واقعہ سبب ہوا ہو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ بعیت ظاہری قائم کرنے کا۔ نیز کیا عجب ہے کہ حضرت شیخ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے ہی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تخصیص فرمائی گئی ہو کیونکہ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ عظیم الشان اولیاء میں سے تھے اور اپنے زمانہ میں اس سلسلۂ عالیہ کے شمس ہی تھے، ایسے ماہتاب ہدایت کے لیے ایسے شمس سے استفاضہ غایت درجہ موزوں بھی تھا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال واسرارہ۔

قاری محمد علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن جلال آباد نے آپ کو قصیدہ بُردہ کی اجازت مع سند عنایت فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے اس کی باقاعدہ ریاضت کے ساتھ زکوٰۃ بھی دی اور عامل ہوئے قصیدۂ بُردہ ایک نہایت مقبول و پُراثر اور کثیر الخواص قصیدہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جس کے مصنف امام بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ منجملہ اس کے خواص کے یہ ہے کہ اس کے وِرد سے نسبت محمدیہ پیدا ہوتی ہے اور تجلیۂ باطن میں نہایت مؤثر ہے۔

آپ کی تصنیفات میں سے سلوک میں کتاب "تعلیمات رحیمی" ہے جو حضرت مخدومی وملاذی جناب حاجی مولا بخش صاحب مد اللہ ظلہم خلیفہ اعظم و جانشین حضرت ممدوح کی تحریک سے تصنیف فرمائی، یہ کتاب سلوک طریقہ مجددیہ غفوریہ رحیمیہ میں ایک جامع کتاب ہے جس میں اذکار و مراقبات و اوراد وغیرہ ضروریات

کو ایسے دل نشین انداز میں تحریر فرمایا گیا ہے کہ ایک پست ہمت طالب کے دل میں بھی سلوکِ طریقت کا ولولہ اور جوش پیدا ہو جاتا ہے، مراقبات و ذکر میں تصورِ ضروری کو ایسے سادہ اور دل نشین طور پر تحریر کیا گیا ہے کہ صحیح کیفیت خیال میں قائم ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں بزبانِ اردو اس سے بہتر کتاب اب تک تحریر نہیں ہوئی۔

دوسری تصنیف آپ کی "قطرات" ہے جو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "ہمعات" کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب اصل میں بزبانِ فارسی تھی۔ حضرت مولاناؒ نے حضرت حاجی صاحب مدظلہم کی تحریک سے اس کا بزبانِ اردو ترجمہ فرمایا۔ یہ کتاب تصوف و معرفت میں بے نظیر و لطیف مضامین کا خزانہ ہے، اردو زبان میں یہ ترجمہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اصل تصنیف ہی اردو زبان میں ہوئی ہے۔ اصل کتاب کی جو شان ہے وہ سب ترجمہ میں محفوظ ہے، ہر طالب کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے۔ اس کتاب کے ایک "سو صفحات ہیں۔

تیسری تصنیف آپ کی ایک مختصر رسالہ "الختم الکامل" ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ تراویح میں ہر سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے یہ دعوٰی کیا تھا کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے اور بغیر اس کے تراویح میں ۱۱۳ آیات کی کمی رہتی ہے اور ختم کامل کا ثواب نہیں ملتا اور اس بارہ میں ایک فتنہ کھڑا کر دیا اُن کو مسکت اور تحقیقی جوابات دیے ہیں، احادیثِ صحیحہ و آثارِ معتبرہ اور اقوالِ فقہاء سے زبردست دلائل دے کر اصل مسئلہ محقق فرمایا ہے جس کی توثیق و تصدیق اکابر علماء ہند و علماء حرمین نے فرمائی، اس رسالہ سے آپ کی ایک خاص کرامت متعلق ہے جو آئندہ مذکور ہوگی۔

چوتھی تصنیف توحید کے بیان میں ایک مختصر رسالہ ہے جو "التوحید" سے مسمّٰی کیا گیا، کاش کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کا علمی اشتغال مستقل ہوتا تو علومِ ظاہری میں بھی آپ کے افاضات ایک بحرِ ذخار کی طرح مخلوق کو سیراب کرتے، آپ کے مزاج میں اخفائے حال بدرجۂ کمال تھا۔ اسی کا اثر تھا کہ ایک عطار خانہ کھول کر بیٹھ گئے اور بظاہر حال ایک تاجر معلوم ہوتے تھے، اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی تھی کہ آپ کی اولاد امجاد میں یہ سلسلۂ تجارت جاری ہے مگر جب چاند چڑھتا ہے تو کل عالم دیکھتا ہے، انوار چھپائے سے چھپ نہیں سکتے، مریدین و متوسلین کی تعداد ہند اور بیرونِ ہند میں ہزاروں کی ہے۔ آپ کے مواعظ پُر اثر ہوتے تھے کہ بسا اوقات پورے کے پورے مجمع پر حالاتِ وجد طاری ہو گئے۔

حضرتِ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا مقامِ قرب کس درجہ عالی تھا، اس کی حقیقت علمِ ذاتی کی بنا پر اللہ ہی خوب جانتے ہیں لیکن وہ شواہد و آثار جو سوانحِ مبارکہ و حالاتِ طیبہ پر توجہ کرنے سے پیشِ نظر ہیں اس کا بیّن ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقامِ رفیع عطا فرمایا تھا۔ اپنے اُن بزرگوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے نعماءِ باطنی سے نوازا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے لباسِ تقویٰ سے آراستہ اور مبالغۂ کلام سے پاک ہیں اس خادم الخدام کو معلوم ہوا ہے کہ حضرت کا مرتبہ غوثیت کا تھا اور آپ کو حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نسبتِ خاص تھی۔ اس بیان کی تائید اشارۃً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے — جو "تعلیماتِ رحیمیؒ" میں بیان لطائف کے ذیل میں تحریر فرمایا گیا ہے "اور راقم اپنے وجدان کی طرف رجوع ہو کر دیکھتا ہے تو اپنا حال مطابق بیان حضرت صمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاتا ہے" الخ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے انوار سے جملہ متوسّلین کے قلوب کو منوّر فرمائے اور اس نااہل کے قلبِ قاسیہ کو بھی صلاحیت بخشے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز

؎ در محفلے کہ اوست دائم زرسم ——— ایں بس کہ رسد ز دُور بانگِ جرسم

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی کرامتیں معتبر ذرائع سے ہم کو معلوم ہیں ان میں سے چند کرامتیں یہاں بھی مذکور ہوں گی:

ایک دفعہ آپ ایک مہلک مرض میں مُبتلا ہوئے، سب ڈاکٹر و اطبّا اس پر متفق تھے کہ اس مہلک مرض سے آپ کا جانبر ہونا ناممکن ہے، ایک دن آپ نے فرمایا کہ "ہم کل اچھے ہو جائیں گے"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اچانک آپ کو شفاءِ کاملہ مرحمت فرمائی۔ اس مرض کے دوران عجیب و غریب حالات و کیفیات پیش آئیں حجاباتِ ظاہری سب اُٹھے ہوئے تھے، جملہ علومِ لدنّی و اکتسابی کے متعلق بدرجۂ اتم شرحِ صدر ہو چکا تھا حضرت مولاناؒ نے فرما دیا تھا کہ صرف چالیس روز تک ہر بات اور سوال کا جواب دیا جا سکے گا، جس کا جو کچھ دل چاہے سوال کر لے اس کے بعد جواب نہ دیا جائے گا۔ چنانچہ اس عرصہ میں بہت لوگوں نے دقیق سوالات کیے، اور جوابِ باصواب سے مطمئن ہوئے، بہت سے لوگوں نے بعض بزرگوں کی نسبتہائے باطنیہ کے متعلق سوالات کیے جن کے صحیح جوابات پائے، ایک شخص نے ایک بزرگ صاحب کی نسبت دریافت کی آپ اس طرف متوجہ ہوئے، فوراً ایسی حالت طاری ہوئی کہ آپ بہت زیادہ اُونچے اُچھلے اور بلند ہو کر آہستہ سے زمین پر آ رہے آپ نے اس کے بعد فرمایا کہ اُن کی نسبت برقی ہے، یہ نسبت ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی۔ آپ جس بزرگ کی نسبت کی طرف توجہ فرماتے تھے اس کا عکس اپنی پوری کیفیت کے ساتھ آپ کے قلبِ منوّر پر متجلّی ہوتا تھا ایک

صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی نسبت دریافت کی، آپ نے فرمایا کہ "حضرت مولانا کی نسبت بہت زیادہ قوی اور غیر متناہی ہے"۔ بعض صاحبان نے سوال کیا کہ حضرت خواجہ بُو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ حقیقۃً کہاں مدفون ہیں، کرنال میں یا پانی پت میں؟ آپ اس طرف متوجہ ہُوئے اور فرمایا کہ وہ دیکھو کرنال میں بیٹھے ہیں بعض صاحبان نے سوال کیا کہ رُوئے زمین میں سب سے اونچی کس کی نسبت ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ لاہور میں ایک درویش ہیں جن کا دیناشاہ نام ہے، اُن کی نسبت سب سے بلند ہے، اُن سے لوگوں کو فیض بہت کم پہنچے گا، یعنی صرف ڈھائی آدمی کو، دو مرد اور ایک عورت کو۔

آپ کی تصنیف "الختم الکامل" جس کا تذکرہ اُوپر کیا گیا ہے، ایک زندہ کرامت اور اسی زمانہ کی یادگار ہے، اس کتاب میں لطور استشہاد کتب تفسیر واحادیث وفقہ کے بہت سے حوالے منقول ہیں اور بعض عبارات تو بقدر ایک ڈیڑھ صفحہ کے طویل ہیں یہ سب بغیر دیکھے زبانی لکھائی ہیں چونکہ اس کیفیت کا غلبہ تھا، اس لیے متوجہ ہوتے ہی سب مضمون پیشِ نظر ہوتا تھا کتاب دیکھنے کی حاجت ہی نہیں تھی، بعد میں احتیاطاً کتابیں لے کر مقابلہ کیا گیا ہے تو سب ہوبہو تھا مطلق تفاوت نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعبیر رُویا کا ملکہ عطا فرمایا تھا، آپ کی تعبیرات اور ان کے اسی طرح مطابقِ ارشاد ظہور پذیر ہونے سے لوگ متحیّر رہ جاتے تھے۔ ابتدائی زمانہ میں تو آپ بھی تعبیرِ خواب عام اصول کے تحت دیتے تھے لیکن آخر میں آپ کا حال یہ تھا کہ تعبیرِ خواب متشکل ہو کر سامنے آجاتی تھی، آپ کے تصرفات قوی تھے اس کے شواہد اور بہت سے عظیم واقعات کو یہاں تحریر نہیں کیا گیا۔

بپایاں آمد ایں دفتر حکایت ہمچناں باقی

اولاد امجاد

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں میں سب سے بڑے صاحبزادے جناب حکیم ظہور الدین صاحب مدفیوضہم کرنال کے مقتدر اور صالحین اصحاب میں سے ہیں آپکی پیدائش ۱۲۹۰ھ کی ہے۔ اس حساب سے موجودہ عمر آپ کی ۶۳ سال ہے اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ خدام پر قائم رکھے، آپ نے طبی کتب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل کیں اور بذریعہ مطب خدمت خلق اللہ میں مشغول ہیں، آپ کے تین صاحبزادے جناب حکیم محمد مظفر حسن صاحب اور جناب راغب حسن صاحب اور جناب حکیم محمد محمود حسن صاحب اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بابرکت خاندان کے ساتھ ہمیشہ اپنی رحمت شاملِ حال رکھے، حضرت حکیم صاحب کے صاحبزادے اور بھی تھے، اظہار الدین اور مرغوب احمد رحمہما اللہ۔

اوّل الذکر کا تو صغر سنی ہی میں انتقال ہو گیا اور مولوی مرغوب احمد صاحب نے بعالم جوانی ہی عالمِ جاودانی کی راہ لی، صرف ۲۶ سال عمر ہوئی، اللہ تعالیٰ فردوس کے اعلیٰ مقامات عطا فرمائے، مرحوم ذکی الطبع عالم تھے طبیہ تعلیم بھی طبیہ کالج دہلی میں باقاعدہ حاصل کر چکے تھے اور نہایت صالح تھے، ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل و حافظِ قرآن تھے، ان کے ایک صاحبزادے تھے جن کا بعالمِ جوانی انتقال ہو گیا، ان کا نام مقصود احمد تھا، مشکوٰۃ تک تعلیم پا چکے تھے، طاعون میں وفات ہوئی اور دو صاحبزادیاں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ طویل عُمر بخشے اور صلاحیت و تقویٰ کی دولت سے مشرف فرمائے۔ اولادِ اناث میں حضرت رحمۃ اللہ کے ۳ صاحبزادیاں بقیدِ حیات ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مُریدین و خدّام کی تعداد ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان میں ہزاروں ہیں ان میں سے جو صاحبانِ ارشاد و خُلفاء مجاز ہیں اُن کے اسمائے گرامی مع مختصر تعارف تحریر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے، تفصیلی حالات تحریر کرنے سے تنگیٔ مقام مانع ہے۔

خُلفاء

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اول اور جانشین عمدۃ الاصفیاء حضرت حاجی مولا بخش صاحب مدت فیوضہم ہیں[ع] جن کا اسمِ نامی بضمن تذکرہ حضرت اقدس متعدد بار تحریر ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپکا

ع حضرت حاجی صاحب مد فیوضہم یگانۂ روزگار اور یادگارِ سلف اکابر میں سے ہیں، اس وقت آپ کی عمر شریف نوّے ۹۰ سال کے قریب ہے، ابتدائے عمر سے جاذبۂ حقیقت آپ کے قلم میں موجزن رہا ہے اور بہت سے بزرگوں کی صحبت و زیارت کا اس سلسلہ میں آپ کو شرف حاصل ہوا۔ آپ کے قدیم وطن شاہ آباد میں ایک کبیر السّن بزرگ تھے جو کہ حضرت شاہ مادھو (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام سے مشہور تھے، آپ سلسلۂ نقشبندیہ مجدّدیہ کے کامل مکمّل اور نہایت عالی نسبت بزرگوں میں سے تھے، حضرت حاجی صاحب مدظلہم نے ابتداءً آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور آپکے الطاف و توجہات سے مستفید ہوتے رہے لیکن تکمیلِ باطن حق تعالیٰ نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی سے مقدر کی تھی اس لیے حضرت شاہ مادھو صاحب اور آپ کے بعد دُوسرے بزرگوں نے اُسی کی طرف رہبری کی۔ اس لیے برسوں تک آپ حضرت مولانا کی جُستجو میں سرگرداں رہے بالآخر قدرت کی دستگیری سے آپ اس چشمۂ فیض پر پہنچے اور خوب سیراب ہوئے، حضرت شاہ مادھو صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد علی صاحب قدس اللہ سرہٗ کے خلفاء میں تھے جو حضرت شاہ ابُو سعید نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدسنا اللہ بسرہٖ خلیفۂ اعظم حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

ظلّ ہمایوں ہم خدام پر قائم رکھے، آپ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب اسرار خلفا میں سے ہیں، عمر کا بڑا حصہ آپ کی معیت میں گزارا ہے، نادر الوجود مقبولین میں سے ہیں، فی زمانہ اس پایہ کے بزرگ شاذ و نادر ہیں، آپ کا اصل وطن شاہ آباد ضلع کرنال ہے لیکن اقامت مستقلاً کرنال رہی اور اب بھی وہیں آستانہ شیخ پر ہی رونق افروز ہیں، تجرید و تفرید کا آپ پر غلبہ ہے، اسی وجہ سے آپ نے نکاح نہیں کیا، خدام و متوسلین ہزاروں ہیں جن میں ایک ادنیٰ خادم یہ کمترین بھی ہے، آپ کی ذات والاصفات درویشی کی صحیح تفسیر ہے آپ کے عجیب حالات میں جو انشاء اللہ العزیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تحریر کیے جائیں گے۔ دوسرے خلیفہ آپ کے جناب مولانا مولوی خزیمہ صاحب سرحدی تھے، آپ نے کتب احادیث حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اسکے بعد سلوک میں بھی حضرتؒ ہی کے مبارک ہاتھوں پر تکمیل ہوئی، تیسرے خلیفہ حضرت شاہ غلام محی الدین صاحب تھے حضرت نے آپ کو غلامی شاہ سے ملقب فرمایا تھا آپ پنجاب قریب سرحد کے رہنے والے تھے، آپ کی وفات کرنال ہی میں ہوئی۔ چوتھے خلیفہ حضرت شاہ رُکن دین صاحب تھے جو تحصیل کرنال کے رہنے والے تھے۔ اکثر ابتداءً غلبہ حال میں مکان کے گرد گھومتے رہتے تھے، ایک مدت تک نقاب پوش رہے۔ پانچویں خلیفہ آپ کے حضرت مولانا رحیم بخش صاحبؒ تھے، آپ کا اصل وطن ساڈھورہ ضلع انبالہ تھا بعدہٗ کھارول تحصیل جگادھری میں اقامت گزیں ہوئے، اولاً آپ عارف باللہ حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت رکھتے تھے، آپ کے ارشاد سے حضرت مولانا سے شرف ارادت حاصل کیا اور مشرف بخلافت ہوئے، چھٹے خلیفہ آپ کے پیر جی مراتب علی صاحب تھے جن کا وطن مبارک کیتھل ہے۔ ساتویں خلیفہ آپ کے حضرت حافظ ابو علی صاحب تھے ملقب بہ خوشبو علی ہیں، صاحب خوارق و مقامات جلیلہ ہیں، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے خاص اُنس تھا، ایک عرصہ تک آپ پر جذب کا غلبہ رہا اس حالت میں مختلف مقامات پر گشت کرتے رہے پھر سلوک میں آگئے اب ایک عرصہ سے قریہ چھت میں قیام فرما ہیں یہ متبرک مقام بنور سے قریب ہے جو حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتساب کی وجہ سے کافی شہرت رکھتا ہے۔ یہ قریہ ریاست پٹیالہ کے مضافات میں سے ہے، اصل وطن آپ کا ایک موضع مسمے کھڑ ہے جو انبالہ کے مضافات میں سے ہے اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تا دیر قائم رکھے، راقم الحروف پر شفقت فرماتے ہیں۔

وفات

اولیاء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی وفات ظاہر بین نگاہوں میں موت ہوتی ہے، لیکن چشم حقیقت بین سے دیکھیے تو موت نہیں بلکہ یہ توجیات و بقا کا ایک اعلیٰ مرتبہ ہے ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق　　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بقائے دوام کا مرتبہ بروز یکشنبہ ۲۱ شوال ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۲۴ء کو عطا فرمایا، محبی جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب مرحوم نے آپ کی وفات کے متعلق کچھ اشعار نظم کیے تھے۔ اس میں کے دو شعر مناسب مقام لکھتا ہوں ؎

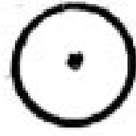
روزِ یکشنبہ پس نصف النہار　　　رُوحِ قدسی رفت نزد کردگار

روحِ پاکش داخلِ خلدِ حسن　　　شد برحمِ منتِ ربِ زمن

۱ ۹ ۲ ۴　　　۱ ۳ ھ ۴ ۳

اس شعر کے مصرعِ اوّل سے سنِ عیسوی اور مصرعِ ثانی سے سنِ ہجری نکلتا ہے۔

(اشتیاق احمد عفی عنہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء)



حضرت حاجی مولا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اعظم حضرت مولانا عبد اللہ شاہ صاحبؒ نے ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۸ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۳۶ء بیوم دوشنبہ کرنال میں وفات پائی، حضرت مولانا عبد اللہ شاہ قدس سرہٗ کے مرقدِ مبارک کے قریب پائنتیں کی جانب سپردِ خاک ہوئے عمرِ مبارک سو برس سے متجاوز تھی۔

حافظ ابوعلی صاحب خلیفۂ حضرت مولانا عبد اللہ شاہ صاحبؒ کی عمر تقریباً اسی سال کی ہوگی جب ۱۹۴۷ء کے فتنے میں وہاں سے ہجرت کے دوران میں آپ گولی سے شہید کر دیے گئے۔

حضرت مولانا عبد اللہ شاہ صاحب کے خلفِ اکبر مخدومی جناب حکیم ظہور الدین صاحبؒ کی وفات ۱۹۴۶ء میں ہوئی۔ ۱۲

اشتیاق احمد عفی اللہ عنہ۔ ۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۸۴ھ

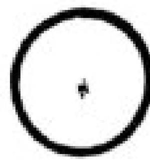
تعلیماتِ رحیمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ وَجَعَلَ الْاِنْسَانَ مِنْهُ جَلِیْلًا وَّ وَضَعَ الشَّرِیْعَةَ وَالطَّرِیْقَةَ اِلٰی ذَاتِهٖ سَبِیْلًا۔ وَبَعَثَ الْاَنْبِیَآءَ وَالرُّسُلَ لَهُمْ هَادِیًا وَّ دَلِیْلًا۔ وَخَصَّ نَبِیَّنَا وَرَسُوْلَنَا مِنْهُمْ فَاتَّخَذَهٗ حَبِیْبًا وَّخَلِیْلًا صَلٰوةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ بُکْرَةً وَّ اَصِیْلًا۔

امّا بعد خادم درگاہ بندہ عبد اللہ کہ کمترین بندگانِ حضرت رفیع الشان قطبِ الوقت، غوثِ دوراں، والیِ علما، وارثِ انبیا، زبدۂ عارفاں، ہادیِ سالکاں، مجمعُ البرکات، مُستجاب الدعوات، مَرجعِ خلائق، کاشفِ حقائق، صاحبِ عرفاں، ملجأ دعاخواہاں، رہبرِ طریقت، واقفِ حقیقت، منبعِ فیضِ عمیم حضرت مرشدی و مولائی حاجی عبد الرحیم شاہ صاحب اسکنہ اللہ بحبوحۃ الجنان وَاَفَاضَ اَنْوَارَهٗ علیٰ قلوبِ اتباعہم فی کل ساعۃ وَّآن سے ہے۔ برادرانِ طریقت کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ محبّی و مخلصی اخلاص منش خلیفہ حاجی مولا بخش صاحب ایک عرصہ سے درپے تھے کہ تو سلوک میں ایک ایسا رسالہ تالیف کر کہ جس میں بلا کمی بیشی اپنے سلوکِ معمولہ کا

پورا پورا بیان ہو اور راقم الحروف اپنی بے بضاعتی اور عدیم الفرصتی کے باعث ٹلاتا رہا جب ان کا بہت اصرار ہُوا تو یہ رسالہ جس کا نام تعلیماتِ رحیمی ہے تحریر کر کے اکابرانِ طریقۂ ہٰذا مثل جناب مولانا و بالفضل اولینا مولوی محمّد امیر باز خاں صاحب خلیفہ اوّل و قائم مقام حضرت مرشدنا مرحوم و جناب مولانا مولوی حافظ عبدالرحیم صاحب و جناب مولوی نُور محمّد صاحب و جناب قاری عبدالکریم صاحب وغیرہم صاحبان کے پیش کیا سب صاحبوں نے ملاحظہ کے بعد پسند فرمایا۔ حضراتِ بزرگواران و سالکانِ طریقت سے عرض ہے کہ اگر کسی جگہ خطا اور غلطی پاویں با قتضائے خصلت کریمانہ معاف فرماویں اور انگشت حرف گیری بند کریں اور دعائے خیر کے لیے ہاتھ بڑھائیں والمسئول من اللہ ان یجعلہ لوجھہ الکریم و یفید بہ الطالبین الیٰ یوم الدین و یغفر لی و لوالدی و لجمیع المسلمین ط



تمہید

(تمہید۔ طریق سلوک) شریعت اور طریقت کے اصل ہادی اور رہنما حضرت سرورِ عالم پیغمبرِ خدا محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ جو کچھ آپ کے افعالِ ظاہری تھے یا جو کچھ آپ نے امر و نہی فرمایا اس کی اتباع کرنا شریعت پر عمل کرنا ہے اور جو کچھ کہ آپ کا قلبی تعلق ذات باری عزّ اسمہٗ کے ساتھ رہتا تھا اُس کا حاصل کرنا سلوکِ طریقت ہے۔ ہر ایک سالکِ طریقت کے واسطے اتباعِ شریعت ضروری ہے۔ ہر ایک اعتقاد اور عمل جو شریعت کے خلاف ہو مردُود اور نامقبول ہے پس جو شخص کہ سلوکِ طریقت کا قصد کرے اس کو لازم ہے کہ اوّل اپنے عقائد اور افعال شریعت کے موافق درست کرے بدون اس کے کامیابی غیر ممکن ہے۔ فرض اور واجب کے سوا سُنن اور مستحبّات کے ادا کرنے کی کوشش کرے اور ممنوعات حرام ہوں یا مکروہ سب سے پرہیز کرے علی الخصوص ہمارے طریقہ میں اتباعِ شریعت کا اشد اہتمام ہے۔ ہمارے پیرانِ عظام نے حقّہ نوشی کو بھی جو اس زمانے میں بکثرت مروّج ہے بہت بُرا جانا ہے اور اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ متبعان طریقۂ ہٰذا کو اس سے بچنا چاہیئے اور جُملہ بدعات سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے سماع مزامیر وغیرہ بھی ہمارے طریقہ کے خلاف ہے۔ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

نے مرّوجہ مولود خوانی کو جس میں کثرت سے شعر خوانی ہوتی ہے داخل سماع شمار کیا ہے۔ اور اپنے طریقہ کے برخلاف بتا کر منع کیا ہے۔ ہمارے مشائخ نے اتباعِ شریعت کی بڑی تاکید کی ہے علی الخصوص امام طریقۂ ہذا حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص مدعی حال ہو اور شریعت کی اتباع نہ کرے اس سے چور اور زنا کار بھی اچھا ہے۔ اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ اتباعِ شریعت کی کس قدر تاکید ہے۔ آیاتِ قرآنی اور حدیثِ نبوی میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حالات میں سے یہ ہیں، قوتِ ایمان ویقین اور استقامۃ فی الدین اور زہد عن الدنیا اور رغبت فی الآخرۃ انشراحِ قلب اور انصباغ بصبغۃ اللہ دوامِ ذکر و کثرت تعبّد و دوام لذت فی الصلوٰۃ والعبادۃ و دوام توجہ الی اللہ و دوام قرب وحضور مع المحبۃ والادب وغیرہ وغیرہ اسی قسم کے امور ہیں جو سلوکِ طریقت سے مطلوب ہیں۔ رُوح مبتلائے نفس ان سے محروم رہتی ہے اور نفسِ امّارہ ہمیشہ ان کے برخلاف اس کو کھینچتا رہتا ہے۔ حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم جو بظاہر بشر اور باطن میں نور علیٰ نور تھے جو شخص حضرت کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا، اسکو بلا مشقت خود بخود امور مذکورہ بدرجۂ اتم حاصل ہو جاتے تھے پھر آپ سے اب تک علی التواتر یہ فیض ہم تک پہنچا لیکن جس قدر زمانہ آپ سے بعید ہوتا گیا یہ قوّتِ افاضہ کم ہوتی گئی لہٰذا پیشوایانِ طریقہ نے ذکر و فکر وغیرہ کے کچھ اصُول مقرر کیے جن کی اتّباع کرنے سے انجلائے رُوح اور تزکیۂ نفس ہو کر وہ حالاتِ قلبی بسہولت حاصل ہوں جو حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تھے۔ چنانچہ جو طریقہ پیرِ پیرانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بذریعہ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بتعلیم حضرت مرشدی برحق قطب الزماں حضرت حاجی عبد الرحیم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے راقم الحروف تک پہنچا وہ اس مختصر رسالہ میں تحریر کیا جاتا ہے تاکہ طالبانِ طریقۂ ہذا کے واسطے موجب بصیرت ہو۔ واللہ ولی التوفیق۔

طریقِ بیعت

ہمارے خاندان میں معمول ہے کہ جب کوئی شخص بیعت ہونا چاہے اور شیخ منظور کرے تو مناسب ہے کہ وہ شخص با وضو شیخ کی خدمت میں حاضر ہو اور دوزانو بیٹھے۔ شیخ اوّل خطبہ پڑھے پھر اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بطور مصافحہ کے پکڑے اور یہ کہلوائے (ا) بیعت کی میں نے فلاں شیخ کے ہاتھ پر یہ پڑھ کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ب) بیعت کی میں نے اپنے پیر کے ہاتھ پر یہ پڑھکر اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (ج) پھر پانچوں کلمے اور دونوں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ اور دعائے قنوت دونوں استغفار پڑھا کر کہلاوے توبہ کی میں نے کفر سے، شرک سے، زنا سے، چوری سے، جھوٹ سے، غیبت سے، اور دیگر معاصی میں سے جس کو مناسب جانے اس کا نام لے کر توبہ کرائے پھر آخر میں جملہ صغائر و کبائر سے توبہ کرائے پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائے مغفرت کرے اور مرید آمین کہے، غیر اشخاص اس جلسہ میں نہ ہونے چاہئیں اور مریدین میں سے جو ہو وہ بھی آمین کہے پھر قدرے نصائح بیان کرے جس سے اس کو استقامت میسّر ہو، پھر ذکرِ نفی و اثبات کراوے اور اس کا طریقہ سکھائے اور توجّہ دے اور اس کے قلب میں ذکرِ نفی و اثبات کا اپنی ہمّت قلبی سے قائم کرے اور اگر دیگر مریدین بھی ہوں سب ذکرِ بالجہر بطریق حلقہ کے کریں اور شیخ توجّہ دے پھر امر کرے کہ ہمیشہ بعد نمازِ تہجّد کے ذکر کیا کرے اور نوافل اشراق چاشت اوّابین وغیرہ پڑھا کرے، اب وہ اعمال مذکور ہوتے ہیں جو طریقہ ہذا میں مروّج ہیں واضح ہو کہ طریقہ ہذا میں سات سبقوں کی مزاولت کی جاتی ہے جو ذیل میں مذکور ہیں۔

بابِ اوّل مُشتمل بر دو فصل

فصل اوّل متضمن بر اسباقِ سبعہ و یک فائدہ

سبق اوّل

ذکر نفی و اثبات۔ طریقِ معمولہ: اس کا یہ ہے کہ بعد ادائے نماز تہجّد کے باوضو رُوبقبلہ دوزانو بیٹھے چراغ روشن ہو تو گل کر دے پھر جناب باری میں تبضرع وزاری دُعا محبّتِ الٰہی کرے اور اپنے گناہوں اور خطاؤں کو یاد کرے اور اپنے ضعیف البُنیان ہونے اور علو شان جناب باری عزّ اسمہٗ کی خوب دل میں غور کرے۔ پھر شیخ کا تصوّر اور توسّل کر کے ذکر شروع کرے چند بار کلمۂ توحید لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تکرار زبان پر کرے اور ایک دو بار کلمہ شہادت کا بھی پڑھے۔ پھر خاص نفی و اثبات لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ کا نہایت شوق و ذوق سے ذکر بالجہر کرے۔ اس طرح کہ قلب صنوبری سے لا کو شروع کرے اور داہنے مونڈھے تک لاوے پھر وہاں سے الٰہ کو گردن کے گڑھے تک لا کر چھوڑ دے اور خفیف سا سکتہ دے کر نہایت شدت اور جہر کے ساتھ اِلاَّ اللّٰہ کی ضرب قلب پر مارے کہ جس کے صدمے سے تمام قلب صنوبری اور اس کا گرداگرد کانپ جائے پھر دمادم اسی طرح مشق کیے جاوے اور جس قدر قلب کو حرارت پہنچتی جائے اور ذوق و شوق بڑھتا جائے اور اپنے میں طاقت دیکھے اسی قدر خوب طاقت اور شدّ و مد کے ساتھ کھینچتا جائے اور ضرب لگاتا جائے یہاں تک کہ جس وقت تکان معلوم ہو تو

آہستہ آہستہ تمام کلمۂ توحید یا کلمۂ شہادت خوش الحانی کے ساتھ چند بار پڑھے اور نیز اس وقت اگر رفع تکان اور ازدیادِ شوق و ذوق کے واسطے اگر کوئی شعر شوقیہ یا دُعائیہ یا حسرتیہ یا کوئی شعر اپنے شجرہ کا جیسا کچھ یاد ہو اور ذوقِ وقت خواہش کرے پڑھ لے تو مجوّز ہے اور پھر سابق شروع کرے الغرض اسی طرح کم از کم پانصدیا[1] یکہزار بار ذکر مذکور کو کرے اور جو ایک ہزار بار کرے تو بہت اچھا ہے اور جس قدر ہزار سے زیادہ کرے وہ بہت بہتر ہے، علی الخصوص مبتدی کو تو رات دِن ہر وقت یہی وِرد مناسب ہے بعض بعض حضرات نے ایک لاکھ مرتبہ روزانہ ورد لیا کیا ہے۔ میرے احباب میں سے بھی بعض بعض چالیس ہزار اور ساٹھ ہزار کے پڑھنے والے ہیں۔

تنبیہ : بعض مشائخ نے کشش لا کی ناف سے لکھی ہے لیکن شیخ المشائخ قطب الوقت حضرت مرشدنا برحق نے اسی طرح تعلیم فرمایا ہے جیسا کہ مذکور ہوا پس متوسلان طریقہ رحیمیہ غفوریہ کو اسی کی تقلید کرنی لازم ہے۔

تنبیہ : اِلٰہ پر سکتہ خفیف کرنا چاہیئے تاکہ قلب پر ضرب شدید لگے پھر اِلَّا اللہ پر سانس پورا توڑ دیں اگرچہ ہا پر جزم نہ ہو بلکہ ضمّہ باقی رہے۔ دوبارہ لَآ اِلٰہَ سے شروع کریں اکثر اشخاص اِلٰہ پر سانس ختم کر دیتے ہیں پھر اِلَّا اللہ کو دوسری لَآ اِلٰہ سے وصل کر دیتے ہیں حتیٰ کہ جس وقت ذکر ختم کرتے ہیں تو لَآ اِلٰہ پر ختم کرتے ہیں یہ بڑی سخت غلطی ہے کیونکہ لَآ اِلٰہ کلمہ کفر کا ہے جس وقت اِلَّا اللہ اُس کے ساتھ ملا تو کلمہ اسلام کا ہُوا، اکثر عوام اس سے غافل ہیں اور غیر لوگ اُن کے معترض ہیں۔ فَافْہَمْ[2] وَاحْتَرِزْ۔

اور یاد رکھو کہ جملہ اذکار میں جب تک تصوّر صحیح نہ ہو تو وہ ذکر کچھ فائدہ نہیں دیتا اور اہل طریقت کے اذکار اور اہل ظواہر سے بوجہ تصوّر ہی کے فوقیت رکھتے ہیں لہٰذا ذِکر کا تصوّر

---

[1] جس قدر شیخ اجازت دے منہ ۱۲

[2] ترجمہ : پس سمجھ لے! اور پرہیز کر!

بھی لکھا جاتا ہے، ذکر نفی و اثبات جو مذکور ہُوا، اس کا تصوّر اکثر مشائخ نے یہ لکھا ہے کہ مبتدی لَآ اِلٰہ سے نفی معبودیت کی کرے اور متوسّط مقصودیت کی اور منتہی موجودیت کی. مگر حضرت شیخ المشائخ قطب الوقت مرشدنا برحق امر ثالث ہی کو پسند کرتے ہیں[1] اور بیعت کرتے ہی یہ تصوّر ارشاد فرماتے تھے کہ ماسوا اللہ کی بالکل نفی کرو اور اپنی توجّہ خاصہ سے مُرید کو وہ تصوّر کرا دیتے تھے جس سے آئندہ کو وہ تصوّر سہل اور آسان ہو جاتا تھا۔ متوسّلانِ طریقۂ ہٰذا کے واسطے یہ تصوّر آسان کرکے بیان کرتا ہُوں اس پر عمل کریں، اوّل سوچیں کہ دل میں کوئی وسوسہ تو نہیں ہے اگر ہو تو اس کو لَا کے ساتھ نفی کریں اور بجائے اس کے اِلَّا اللہ کے ساتھ تصوّرِ ذاتِ پاک جیسا کچھ ذہن میں آوے دِل میں قائم کریں پھر اپنے وجود کی اور مکان کی اور جملہ اشیاء کی نفی لَا سے تصوّر کریں اور اِلَّا اللہ سے ذاتِ پاک کو ان کی جگہ قائم کریں. آفتابِ توحید کے آگے وجودِ کل اشیاء کا اس طرح گل جاتا ہے جس طرح سُورج کی دھوپ میں برف اور اِلَّا اللہ کے اثبات سے ایک نور نہایت لطیف قلب کی جگہ معلوم ہوتا ہے پھر جس قدر ذکر کرتے جاتے ہیں تو وہ نور پھیلتا جاتا ہے یہاں تک کہ سب جگہ وہی معلوم ہوتا ہے. اگر یہ تصوّر کامل درجہ کا ہوتا ہے تو اور اشیاء بالکل نابود ہو جاتی ہیں اور ذاکر محو ہو جاتا ہے اور اس کو فقط اس نور میں سے آوازِ ذکر کی محسوس ہوتی ہے اور بس اور جو اپنے کمال کو نہیں پہنچتا تو اور موجودات بھی معلوم ہوتی ہیں اور وہ نور بھی سب جگہ پھیلا ہُوا معلوم ہوتا ہے اور عجب قسم کی لذّت طالب کو معلوم ہوتی ہے، اگر یہ تصوّر اس طرح نہ بندھے تو مناسب ہے کہ قیامت کے وقت کو سوچے کہ جس وقت جملہ اشیاء فنا ہو جاویں گی اور اللہ تعالیٰ جلیل و جبّار فرماوے گا لِمَنِ[2] الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط لِلّٰهِ

---

[1] یہ وحدت ہمارے مشائخ کے طریقہ کے بموجب شہودی ہے وجودی نہیں ہے جس کا خلاصہ بیان آخر رسالہ ہٰذا میں لکھ دیا ہے۔ منہ ۱۲ [2] ترجمہ، کس کے لیے شاہی ہے آج ؟ اور اللہ واحد قہّار ہی کے لیے ہے۔

اَلْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اس وقت کا نقشہ اپنے ذہن میں خوب جماوے اور سمجھے کہ گویا وہ وقت ابھی ہے اور کہے لَآ اِلٰہَ یعنی نہیں رہی کوئی چیز اِلَّا اللہ مگر اللہ تعالیٰ باقی ہے اور اگر اس میں بھی ذہن رسائی نہ کرے تو اس کی عظمت اور اپنی ناقابلیت ذہن میں سمجھ کر بہت گریہ وزاری کرے اور اپنے کو راہ گم کردہ تصوّر کر کے با آہ و نالہ و گریہ زاری داعی بجناب باری رہے کہ یا اِلٰہَ الْعَالَمِیْن اگرچہ میں تیرے قرب کے قابل نہیں لیکن تُو اپنے فضل سے مجھ کو اپنی راہ بتلا انشاء اللہ تعالیٰ ایک نہ ایک روز اس کا وقت آجائے گا اور بابِ قرب کُھل جائے گا۔

تنبیہ : یہ جو کچھ تصوّر مذکور ہُوا جس وقت طالب کو مشہود ہو تو بہت غنیمت سمجھے اور سجدۂ شکر بجا لاوے اور اپنے پیر و مُرشد کے کمالات کا معتقد و معترف ہو کہ جن کی بدولت یہ نعمت میسّر ہوئی اور اپنے ذکر اور تصوّر کی مزاولت کو بڑھاوے پھر جب کہ اس کے استحضار کا ملکہ راسخہ ہو جاوے تو سمجھے کہ یہ جو مشہود ہے، ذاتِ باری نہیں ہے بلکہ وہ تو فوق الفوق اور وراء الوراء میں ہے یعنی سب سے اُوپر اور سب سے دُور ہے مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ

ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک ⁂ کہاں یہ بندہ ناپاک اور کہاں وہ رب الارباب۔ بیت

اَیْنَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَ دُوْنَهَا

قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُیُوْفُ

پس اِس مکشوف اور مشہود کو تیغ لا کے نیچے لا کر نفی کرے اور اِلَّا اللہ سے اثباتِ ذاتِ باری بِاَحْسَنَ مِنْہُ کرے تاکہ دُوسری حالت اَلْطَفْ اُس سے ظاہر ہو پھر اس کو بھی اسی طرح نفی و اثبات کرتا جاوے تاکہ ترقیات بے انتہا حاصل ہوں جیسا کہ حضرت مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بیت

اے برادر بے نہایت درگہیست

ہر چہ بروے میرسی بروے مایست

دوسرا طریق دم کشی کے ساتھ جس کو ذکر ارّہ بھی کہتے ہیں اس طرح ہے کہ زبان کو تالو سے ملاوے اور حلق اور سینے کے زور سے بطور معلوم[1] نفی کو کھینچے اور اثبات کی ضرب قلب پر لگائے اور تصوّر اس کا مثل سابق کے ہے اور کبھی زبان تالو سے نہیں لگاتے، جہر اور دم کشی کے درمیان درمیان کرتے ہیں اور کبھی نفی کو دم کشی کے ساتھ اور اثبات جہر سے کرتے ہیں جس طور سے طبیعت کو ذوق اور شوق زیادہ ہو اور شیخ اجازت دے اس طرح پڑھنا چاہیے۔

سَبَقِ دُوُم

اثبات محض اِلّاَ اللہ طریق اس کا یہ ہے جس وقت کہ سبق اوّل بمقدار معلوم ادا کر چکا اور اس میں تصوّرِ نفی و اثبات بطریق مذکور ہو چکا تو اب[2] بطور معلوم اِلّاَ اللہ کی قلب پر ضرب لگائے اور ہُ کو کھینچ کر داہنے مونڈھے تک لاوے پھر اِلّا کے ساتھ ضرب قلب پر لگاوے اور تصوّر اس کا یہ ہے کہ خیال نفی کا اپنے دل سے رفع کر دے تاکہ نفی لنفی یعنی اثبات محض کا تصوّر قائم ہو اور بدوں خیال نفی کسی شے کے ایک نور ہستی ذاتِ باری عزّ اسمہٗ کا قلب کے رُوبرُو ہو۔ اس میں عرش سے فرش تک نور ہی نور معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ ذاکر کو اپنی نفی اور وجود کی کچھ خبر نہیں رہتی اور اُس نور ہی سے آواز ذکر کی معلوم ہوتی ہے، ذکر اور ذاکر اور مذکور میں تمیز نہیں رہتی جب تک یہ حالت پیش نہ آوے تب تک طالب کو چاہیے کہ اپنے اسپ ہمّت کو سُست نہ ہونے دے بلکہ تازیانہ ضرب سے میدانِ اشتیاق میں بے محابا دوڑا وے تاکہ منزلِ مقصود کو

---

[1] یعنی قلب سے مونڈھے تک لَا اور دہان سے گردن کے گڑھے تک اِلٰہَ اور اِلّاَ اللہ کی ضرب قلب پر لگے

[2] مناسب ہے کہ پہلے کلمہ نفی اعنی لَا اِلٰہ کو کہے بعد ازاں اسی نفی پر اثبات اعنی اِلّاَ اللہ دما دم کہتا رہے ۱۲ محمد امیر باز خاں رحمہ اللہ

پہنچے اور حالتِ مسطورہ پیش آوے۔ اَللّٰھُمَّ اُرْزُقْنَا وَاَحْبَابَنَا مِنْ لَذَّۃِ ھٰذَا الْمُقَامِ
(یا اللہ عطا کر ہمیں اور ہمارے احباب کو لذت اس مقام کی)
طریقِ دیگر یہ ہے کہ سر کو سیدھا کر کے قلبِ صنوبری پر اِلَّا اللہ کی ضرب لگاوے اور
ہ پر وقف کر کے وہاں ہی چھوڑے پھر اِلَّا اللہ کی ضرب قلب پر مار کر سر کو سیدھا اُوپر کو
کھینچے پھر اسی طرح دمادم ورزش کرے اور تصور مثل سابق کے کرے اور وقت نکان کے تمام
کلمہ شریف پڑھے یا کوئی شعر اپنے ذوق وشوق کے موافق پڑھے۔

سَبَق سُوم

اَللّٰہُ، طریق اس کا یہ ہے کہ الف اور لام سے ضرب قلب پر لگاوے پھر لام اور ہ
کو کھینچ کر داہنے مونڈھے تک لاوے اور پھر الف اور لام سے ضرب قلب پر لگاوے یا بموجب
طریق دوم اِلَّا اللہ کے اَللّٰہ کی ضرب قلب پر مارے اور ہ پر اسی جگہ وقف کر دے اور پھر
دوبارہ اسی جگہ سے ضرب لگا کر سیدھا کھینچ کر ہ پر وقف کرے اور اسی طرح دمادم مزاولت
کرے اور تصور اس ذکر کا دو طرح پر ہے، ایک تو یہ کہ نہایت ادب اور فرطِ محبت کے ساتھ
اپنے آپ کو رُوبرو ذاتِ باری عزاسمہٗ کے سمجھے اور سوچے کہ میرا مدعا اور مطلوب، مستجمع صفاتِ
کمال کل ہے یعنی جس کو میں پکارتا ہوں اس میں سب صفتیں کمال کی پائی جاتی ہیں، علی الخصوص
اُمہاتِ[1] صفات کا تصور اجمالاً اور تفصیلاً دونوں طرح کرے صورت اس کی یہ ہے کہ اوّل تصور

---

[1] اُمہاتِ صفات آٹھ صفتیں کمال کی ہیں جو دیگر صفاتِ کمال کی جڑ ہیں اور وہ صفتیں یہ ہیں،
وجود، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، تکوین، کلام۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کی خدائی پر ایمان لانا فرض ہے، اسی
طرح ذاتِ باری عزاسمہٗ کو ان صفتوں سے موصوف جاننا بھی فرض ہے ۱۲ منہ

کرے اَللّٰہُ مَوْجُوْدٌ یعنی اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اس کا وجود اصلی ہے اور قدیم ازلی ابدی
کسی مکان اور زمانہ سے تعلق نہیں رکھتا، کسی وقت اس پر نفی وارد نہیں ہوتی، اگر ہفت آسمان
پر بالائے عرش پہنچے تب بھی وہ موجود ہے اور جو زمین کے نیچے تحت الثریٰ تک پہنچے تب بھی
وہ موجود اگر آدم علیہ السلام اور ارض و سما کی پیدائش سے پہلے کا تصور کرو تب بھی وہ موجود ہے
اور جو قیامت سے بعد کا وقت سوچو تب بھی وہ موجود، الغرض اس کا وجود متحیز[1] نہیں بلکہ جملہ
اشیاء متحیزہ اور حیز کو محیط[2] ہے اور اس کی ہستی محدود بالزماں نہیں بلکہ کل مقدار زمانہ کو گھیرے
ہوئے ہے۔ سُبْحَانَہٗ مَا اَعْظَمَ شَانَہٗ، اس وقت میں روح کو عروج و نزول بھی کرتے
ہیں اور بقدر طاقت یمین و یسار بھی جولان دیتے ہیں اور زمانہ کی اطراف پر بھی نظر ڈالتے ہیں
پھر جس قدر موجود حقیقی اور اصلی کا پرتو معلوم ہوتا ہے اسی قدر موجودات ظلی مجازی محو ہوتے جاتے
ہیں حتیٰ کہ عرش سے فرش تک اور ازل سے ابد تک اسی کی ہستی کے انوار معلوم ہوتے ہیں اور
جملہ موجودات ظلی ایسے محو ہو جاتے ہیں جیسے آفتاب کی شعاع میں چاند یا شیشہ اور تجلی[3] صفاتی
منکشف ہوتی ہے یہ بیان فی الجملہ صفت وجود کا ہوا اب کسی قدر کیفیت صفت علم کی بھی غور
کیجئے لفظ اَللّٰہُ کے آگے عَلِیْمٌ مقدر سمجھو یعنی اللہ جاننے والا ہے اور اس کا علم بھی مثل
اس کی ذات کے ازلی اور ابدی ہے جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا سب کو تفصیل وار ہر لحظہ
جانتا ہے اور زمین اور آسمان بلکہ دوزخ اور جنت کے جمیع خلق کی اور ذرہ ذرہ کی ہدایت اور

---

[1] یعنی اس کا کوئی مکان اور جگہ نہیں کہ جس کی لمبائی چوڑائی میں وہ آیا ہوا ہو اور نہ اس کے گرد کوئی جسم ہے کہ اس کو گھیر رہا ہو اشیاء متحیزہ سے چیزیں مکان والی مراد ہیں اور حیز اُن کا مکان ۱۲ منہ

[2] باعتبار علم اور قدرت اور ذات کے نہ بہ احاطہ جسمی ۱۲ منہ

[3] یعنی صفات خداوندی کا ظہور ایسے طور پر ہوتا ہے کہ اسکے سوا اور کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی ۱۲ منہ

نہایت کو خوب جانتا ہے اب چڑھو آسمان کی طرف اور غور کرتے جاو جس قدر تمھاری روح یعنی قوتِ مدرکہ اوپر کو جاوے تو اسی جگہ پر تمھارے برابر جو ذرات عالم میں ہیں ان سب کا علم اس کو بخوبی ہے، اسی طرح پر چلتے چلو حتیٰ کہ سمارِ دنیا پر پہنچو تو اس جگہ کے ملائکہ اور جملہ مخلوقات کا علم اس کو بالتفصیل ہے اسی طرح آسمان دوم وسوم وہفتم تک عرش اور فوق العرش تک عروج کرے پھر اسی طرح ثریٰ اور تحت الثریٰ تک نزول کرے اور صفت علم کے تصور میں ایسا مستغرق ہو کہ اس کی ہویت قوتِ مدرکہ کے سامنے قائم ہو جاوے اور سوائے اس کے اور کچھ نظر نہ آوے پھر اسی طرح دیگر صفاتِ ثمانیہ کا تصور کرے اور تصور صفتِ کلام کا اس طرح کرے کہ کلامِ الٰہی اس کی ذات پاک کی صفتِ قدیم ہے مانند دیگر صفات کے نہ تو عین ذات ہے اور نہ غیر ذات۔ ذرا غور کرو جو الفاظ قرآن شریف کے ہماری زبان سے نکلتے ہیں یا جو کچھ تورات انجیل زبور و دیگر صحف میں انبیارِ سابقین پر نازل ہوئے، یہ سب الفاظ مع ترتیب مضمون کے اللہ جل جلالہٗ کے نزدیک ازل سے حاضر فی الذہن تھے اور ابد تک حاضر رہیں گے، اسی کا نام صفتِ کلام ہے جس کو کلامِ نفسی بھی کہتے ہیں اور کوئی ساعت ایسی نہیں ہے جو ذاتِ پاک اس سے خالی اور معرّیٰ ہو اور یہی معنے کلام کے قدیم ہونے کے ہیں اور یہی حقیقت قرآن شریف کی ہے جس کا کسی قدر ذکر انشاء اللہ تعالیٰ تلاوتِ قرآن میں بھی آوے گا۔

جس وقت کہ صفاتِ ثمانیہ مذکورہ کا تصوّر جُدا جُدا خوب اچھی طرح ہونے لگا اور اس کا ملکہ راسخہ حاصل ہو گیا تو اب یہ تصوّر کرو کہ اللہ تعالیٰ ان سب صفتوں کے ساتھ موصوف ہے اور ضرب اَللّٰہ کی برابر جاری رہے اور ایک قسم کا نور صفاتِ ثمانیہ کا پیش آوے جس میں طالب کو محویت ہو اور عجیب قسم کی لذّت حاصل ہو۔

تنبیہ: جو کچھ یہاں بیان ہُوا یا ہوگا اکثر علم عقائد میں بھی مذکور ہوتا ہے۔ تفاوت اس قدر ہے کہ علمارِ عقائد کا علم استدلالی ہوتا ہے اور علمارِ تصوّف کا علم وجدانی یقینی ہوتا ہے

اسی طرح تصور کرتے کرتے وجدان درجہ اذعان کو پہنچ جاتا ہے اور جو طلبہ اس قدر استعداد انہیں رکھتے کہ اُمّ الصفات کا تصور کریں اُن کو اس طرح تصور کراتے ہیں کہ ہر ضرب اللہ کے ساتھ ایک شعلہ نور قلب سے اُٹھ کر سر پر آتا ہے پھر پھیلنا شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ آہستہ آہستہ سب جگہ وہی پھیل جاتا ہے اور بعض مشائخ نے اس طرح بھی لکھا ہے کہ ابتدا میں چند بار کہے۔ اَللّٰہُ حاضری اللہ ناظری اللہ معی۔ یعنی اللہ تعالیٰ میرے پاس حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے، ان معنے کو خوب غور کرنا چاہیے اور ذکر اللہ کا بطرز مسطور کرتا جائے۔

سبق چہارم

اَللّٰہُ بوقفِ اظہار صورت اس کی یہ ہے کہ بعد ادائے سبق سوم کے اسی طرح روبقبلہ دو زانو بیٹھا ہوا قلب کی طرف مُنہ کر کے اوّل تصورِ شیخ[1] کا کرے اس طرح کہ گویا شیخ کے

---

[1] تصورِ شیخ کی آسان ترکیب یہ ہے جو کبھی شیخ کو اپنا ذکر سنایا تھا تو اسی جلسہ اور ادب اور کیفیت کو تصور کرے گویا کہ اب بھی وہی وقت ہے اور کبھی اس طرح بھی تصورِ شیخ بندھتا ہے کہ اپنا قلب بمنزلہ آئینے کے معلوم ہوتا ہے اور اس میں شیخ کی صورت نظر آتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ بیت

دِل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اور بعض مرتبہ غایت محبت میں ایسا بھی تصور بندھتا ہے کہ گویا اپنے جسم میں رُوح اپنی نہیں ہے بلکہ شیخ کی رُوح حلول کر رہی ہے کَمَا قَالَ القَائِلُ۔ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور بعض مرتبہ ایسی حالت بھی دیکھی ہے کہ ہر چہار طرف شیخ علیہ الرحمۃ کی صورت نظر آتی ہے ؎

سمایا ہے تو جب سے میری نظر میں جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے۔ ۱۲ منہ

رُوبرُو بیٹھا ہُوا ذکر کر رہا ہے پھر اپنا سانس روک کر ہلکی آواز سے قلب پر ضرب لگاتا ہُوا اَللّٰہ اَللّٰہ کہنا شروع کرے اور آہستہ آہستہ ایسی مشق کرے کہ ایک سانس میں سو بار یا زیادہ اسم مبارک مذکور کو کہا کرے اور تصوّر مثل سبق سوم کے کرے اس میں عجیب قسم کی لذت اور جوش و خروش اور محویت پیدا ہوتی ہے۔

تنبیہ: اس سبق میں تصوّرِ شیخ[له] کرنا عمداً معمول ہے اور دیگر اسباق میں مثل نفی و اثبات کے عمداً کرنا حالتِ ذکر میں معمول نہیں ہے لیکن جو خود بخود ہو جاوے تو نہایت تعظیم و محبت کے ساتھ اپنے دل میں جگہ دینی چاہیے کیونکہ اگرچہ کسی درجہ کے بحرِ وحدت میں طالب غرق کیوں نہ ہو جاوے لیکن تاہم یہ صدقہ اور طفیل شیخ ہی کا ہے ھٰکَذَا قَالَ الشَّیْخُ الْعَارِفُ الْکَامِلُ الْاِمَامُ الرَّبَّانِیُّ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ عارفوں کے شیخ کامل امام نے اسی طرح فرمایا)

سبق پنجم

ھُوْ ھُوْ ہے۔ ترکیب اس کی یہ ہے کہ بعد سبق چہارم کے اسی طرح بیٹھا ہُوا ہر دو لب آپس میں قریب کر کے باریک آواز سے شدّت کے ساتھ حلق کے زور سے قلب پر ضرب دے اور پھر اُٹھا کر اسی طرح مکرّر کرے یا ایک بار سر کو قلب کی طرف جُھکا کر ضرب دے اور پھر ضرب دے کر اُٹھاوے اور اسی طرح مکرّر کرے یہاں تک کہ پانچسو مرتبہ یا ایک ہزار بار پڑھے اور تصوّر اس سبق کا اس طرح کرتے ہیں کہ ذات کو مُعَرّیٰ عَنِ الصِّفَات یعنی بدوں تصوّر نفی اور اثبات کے اور بدوں تصوّر شیخ اور صفات کے تصوّر کرتے ہیں ہر چند کہ ذات

له حدیث کانی انظر الیٰ وبیص خاتمہ ۱۲

کسی وقت میں صفات سے خالی نہیں ہوتی پر اس درجہ میں طالب نری ذات بحت کا تصوّر کرتا ہے اور صفات کا لحاظ نہیں کرتا تو نہایت درجہ کی محویت اور بے خودی حاصل ہوتی ہے۔ [1]

سبق ششم

اَللّٰہُ ھُوَ وھُوَ اَللّٰہُ صورت اس کی یہ ہے کہ اَللّٰہُ کی ضرب قلب پر مارے اور ھُوَ کو مونڈھے تک لاوے پھر اسی طرح ضرب اور کشش کرتا جاوے اور تصوّر عروج کا کرے پھر ھُوَ اَللّٰہُ میں ھُوَ کی ضرب قلب پر مارے اور اَللّٰہُ کی کشش دوش راست تک لاوے اور تصوّر نزول کا کرے [2]

سبق ہفتم

اَنْتَ الْھَادِیْ اَنْتَ الْحَق ÷ لَیْسَ الْھَادِیْ اِلَّا ھُوَ ÷ ترجمہ: تو ہی ہادی ہے تو ہی حق ہے تیرے سوا کوئی ہادی نہیں۔ بعد ذکرِ عروجی و نزولی کے اس ذکر کو نہایت خوش لحنی سے بلا ضرب کے پڑھے یا دونوں اَنْتَ اور اِلَّا پر ضرب لگاوے اور اس کے معنی کا تصوّر کرے ترجمہ بعینہ یہ شعر ہے۔ بیت

تو ہی میرا ہادی تو ہی حق — نہیں کوئی ہادی تو ہی تو

ھو میں التفات ہے حاضر سے غائب کی طرف اور اشارہ ہے طرف علوّ شان کی جس وقت اَنْتَ کہے اس وقت ایسی حضوری ہونی چاہیے کہ ایک شکل نورانی قوتِ خیالیہ کے رُوبرُو ہو

---

[1] اس کو اگر تجلّی کہیں باین معنی کہ اس وقت مشہود ذات بحت ہوتی ہے تو ممکن ہے۔ ۱۲ منہ

[2] حضرت نے بعض مریدین کو ھو کی ضرب رُوح پر لگانے کو فرمایا تھا ایسے ہی ھُوَ اَللّٰہُ میں اللہ کی ضرب

جاوے اور جس وقت ھُوَ کہے اس وقت اپنے کو حضیض بشریت میں پاوے اور اس کو علو ربوبیت میں نہایت دور دیکھے، کبھی کبھی اُس کا تصور اس طرح بھی پیش آتا ہے کہ جنت میں جو دیدار معبود کا میلہ موعودہ ہے وہ ابھی موجود ہے اور کمال اشتیاق کے ساتھ مشتاقانہ طور سے پکارتا ہے اَنْتَ الْھَادِیْ الیٰ اٰخرہٖ۔ اَنْتَ سے خطاب اُسی حاضر مرئی کی طرف ہے اور ھُوَ سے اشارہ اس کی طرف جس کا دُنیا میں تصور کرتا تھا۔

درود شریف و استغفار

یہ جملہ اسباق سبعہ (سات) جہر کے ساتھ کرتے ہیں اور پہلے ہی سبق سے درود شریف اور استغفار طریقہ کا شروع کیا جاتا ہے۔ درود شریف کا طریقہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ، اور استغفار یہ ہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْـہِ۔ تعداد ان سب کی پانچ سو سے ایک ہزار تک ہے، جس قدر زیادہ فرصت ہو نفی و اثبات زیادہ کرے اور دیگر اوراد معمولی جو مذکور ہوں گے اُن کو بجا لاوے۔ بفور بیعت ہونے طالب کے کشش قلبی کے زور سے دل کو حرکت دیتے ہیں پھر سبق اول کی مشق کراتے ہیں جبکہ اس کے حالات گذر جاتے ہیں تو دوسرا سبق تلقین کرتے ہیں۔ اسی طرح دیگر اسباق بھی تعلیم کرتے ہیں اور جس وقت ذکر جہر کا ملکہ تامہ ہو جاتا ہے اور ذوق و شوق خوب بڑھتا ہے تو ذکر خفی کراتے ہیں۔

فصل دوم دربیانِ ذکرِ خفی

ذکر خفی کا طریقہ یہ ہے کہ بجلسہ معلوم و بکشش مذکور آواز خفی سے ایک سانس میں نفی کھینچے اور دوسرے میں ضرب اثبات کی کرتے ہیں اور تصویر بدستور سابق کرتے ہیں۔

طریقۂ اوّل کہ مصداق اس شعر کا ہے۔ بیت

ناک کان آنکھ مُنھ بھیچ کے نام نرنجن لے ـــــ اندر کے پٹ جب کھلیں جب باہر کے پٹ دے

ترکیب اس کی یہ ہے کہ ہر دو ابہامین (انگوٹھوں) سے سوراخ گوش کو خوب بند کرے اور ہر دو انگشت شہادت سے دو آنکھیں بند کرے اور دونوں وسطیٰ سے پرہ بینی اور خنصر و بنصر سے ہر دو لب خوب بند کرکے بکشش معلوم و طریق معہود نہایت شد و مد کے ساتھ نفی کھینچ کر اثبات کی ضرب قلب پر لگاوے۔ ایک سانس میں پانچ سات یا جس قدر ضربیں لگا سکے لگاوے اور پھر ایک پرہ بینی کھول کر قدرے سانس لے جس وقت ذرا طبیعت ٹھہرے تو پھر بدستور سابق عمل مکرر کرے۔ اس ذکر میں فوراً جوش آجاتا ہے اور حرارتِ عشقی جوش مارتی ہے اور انوار بہت کثرت سے معلوم ہوتے ہیں اور بے خودی اور وجد پیش آتا ہے، اس کا عمل کرنے والا ہی اس کی لذّت سے واقف ہے لیکن طُلّاب کو لازم ہے کہ موسم سرما میں تو اس ذکر کو بے خدشہ خوب کیا کریں لیکن موسم گرما میں نہ کیا کریں کیونکہ بجہت شدّت حرارت کے خوف حدوثِ مرض کا ہے۔

طریقۂ دوم جو نہایت اَلَذّ اور اَلطَف ہے اور عجب نہیں کہ مصداق اور مقصود خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ کا یہی ذکر ہو۔ ترکیب اُس کی یہ ہے کہ بجلسہ معلوم بیٹھے اور ہر دو لب بند کرے اور زبان کو تالو سے ملاوے اور سانس بند کرے اور لا نفی کا تصوّر کے ساتھ قلب سے دوشِ راست تک اور الّٰا کو وہاں سے دماغ تک لاکر نہایت زور سے قلب پر ضرب دے۔ ایک سانس میں سات بار یا زیادہ اکیس تک جس قدر کہہ سکے کہے اور پھر عمل مکرر کرے۔ اس ضرب کا ایک سانس کرنے سے قلب اور حوالی قلب کے اعضا حرکت کرنے لگتے ہیں اور وساوس فرار ہوجاتے ہیں اور غفلت اور نیند بالکل دُور ہو جاتی ہے اور حرارت اور جوش دل میں پیدا ہوتا ہے اور اجرائے قلب کے واسطے اس سے نہایت مدد پہنچتی ہے، جو شخص اس ذکر کو ایک سانس میں اکیس بار کہے اور یہ امور پیدا نہ ہوں تو معلوم کرنا چاہیئے، کہ

ذکر صحیح نہیں ہوا پھر سیکھے اور مشق کرے حتیٰ کہ مقصود تک پہنچے۔

طریقہ سوم اسہل اور انفع یہ ہے کہ ایک سانس میں تصور نفی کا کرے اور دوسرے میں اثبات کا اور ذکرین اولین میں جو قلب کو حرکت پیدا ہوئی تھی اس کو بھی جاری رکھے اور اس کی مزاولت اس قدر کرے کہ سوتے اور جاگتے اور خاموش بیٹھے اور کلام کرتے کوئی وقت خالی نہ جاوے، جس وقت کچھ فترت اور سستی دیکھے تو بطریق اولیٰ ضرب کر کے دل کو حرکت دے اور ذکر ہر وقت جاری رکھے جو کسی کار میں مصروف ہو کر فراموش ہو جاوے تو بمجرد یاد آنے کے پھر جاری کرے الغرض حتیٰ المقدور کوئی وقت خالی نہ جانے دے اگر کسی قدر حرکت خفیف سر کو بھی ہووے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اس ذکر کو پاس انفاس بھی کہتے ہیں کہ جملہ انفاس حیات کو غفلت سے نگاہ رکھتا ہے اور موجب خاتمہ بالخیر کا ہوتا ہے یہاں تک پہنچ کر قلب ضرور جاری ہو جاتا ہے، حضرت شیخ المشائخ قطب الوقت مرشدنا برحق کو بمجرد مرید کرنے کے قلب کو جاری کر دیتے تھے اور اب بھی معمول ہے کہ بوقت بیعت کرنے کے اپنے تصور سے طالب کے قلب کو حرکت دیتے ہیں پھر شدہ شدہ وہ حرکت بڑھ جاتی ہے اس کے دو درجہ ہیں، ایک نفس پایا جانا حرکت خاصہ کا قلب اور حوالی قلب میں جو عوام کی حرکت قلبیہ سے ممیز ہے اس طرح کہ عوام کے قلب کی حرکت کشش ذکر معمولی کے نظام کے ساتھ نہیں ہوتی اور یہ بہ نظام ذکر ہے اور اس میں کچھ لذت نہیں ہوتی اور اس میں لذت ہوتی ہے خاص کر بوقت تصور ذکر خفی یا جلی اور بوقت خواب کے یا استماع مضامین معرفت کے بڑی لذت کے ساتھ یہ حرکت ہوتی ہے اور جس وقت کوئی ظالم ستاتا ہے اور رنج طبیعت پر ہوتا ہے تو یہ حرکت بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس پر صبر کرے تو اس ظالم کو ضرور اذیت پہنچتی ہے اور بوقت خوشی کے بھی یہ حرکت زیادہ ہوتی ہے اور بوقت خواب کے بھی زیادہ ہو جاتی ہے، پارچہ پوشیدنی اور بلکہ پلنگ بھی کانپنے لگتا ہے، بیداری کے قریب جس وقت طالب نیم خواب میں ہوتا ہے تو عجب لذت معلوم ہوتی ہے، بعض اوقات اس قدر ترقی ہوئی ہے کہ اپنے کانوں سے قلب کے ذکر کی آواز اچھی طرح بالجہر سنی ہے لیکن کسی غیر شخص کے دل کی آواز بالجہر

سُننے کا اتفاق نہیں ہُوا[1] لیکن حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وَلَہٗ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ذکر قلبی کی آواز غیر شخص بھی سُنتے تھے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ الغرض اس کا ایسا ملکہ راسخہ ہو جاتا ہے کہ جس طرح عوام کو بدون سانس لینے کے صبر نہیں ہوتا، اور سانس سے آسائش ہوتی ہے اسی طرح طالب کو بلا تکلف آرام و آسائش کے ساتھ یہ ذکر جاری رہتا ہے۔ سُبحان اللہ جنت میں جنتیوں کو ذکر سانس کے ساتھ آسان ہوگا اور دُنیا میں مشائخ کو آج ہی یہ بات حاصل ہے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ یہ سب بیان درجہ اولیٰ کا ہے اس درجہ میں بوقت مشغولی کار دُنیا کے اس سے ذہول ہو جاتا ہے لیکن جس وقت دل کی طرف متوجہ ہو کر دیکھتے ہیں تو وہ حرکت موجود پاتے ہیں۔

درجہ دوم یہ ہے کہ باوجود حصول درجہ اولیٰ کی کسی وقت ذہول نہ ہووے بلکہ ہر دم اس کی آگاہی اور نگہداشت ہووے۔ یہ درجہ نہایت اعلیٰ اور ارفع ہے اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَاَحْبَابَنَا لِھٰذَا الْعَمَلِ سُلْطَانُ الذِّکْر اے طالب صادق و محب واثق جس وقت تو ان درجات کو بفضلہ تعالیٰ طے کر چکا تو نہایت استقلال اور ثبات قدمی کے ساتھ آگے بڑھ کر اسی ذکر خفی میں اس طرح مشغول ہو کہ بوقت کشش نفی کے اپنے ریشہ ریشہ اور بال بال سے نفی کھینچ اور بوقت ضرب کے ایسی ضرب لگا کہ جس کا اثر از سر تا پا جملہ وجود میں پہنچے اور پھر بطور پاس انفاس کے اس کی نگہداشت کرتا کہ سلطان الاذکار کا ملکہ تامہ ہو جاوے اور سلطان الاذکار یہ ہے کہ وہی حرکت قلبی خاصہ ترقی پا کر اس کا اثر تمام اجزائے جسم میں ساری ہو جاتا ہے یعنی دل کی حرکت ذکری بانتظام کے باعث ہر ایک بال بال میں خفیف سی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو اسی نظام کے ساتھ منتظم ہو جاتی ہے، پس قلب بمنزلہ انجن کے ہوتا ہے اور جسم بجائے گاڑیوں ریلوے کے اس کے ساتھ

---

[1] البتہ اگر دوسرے شخص کے قلب یا سینہ یا پشت وغیرہ پر کان لگایا جاوے تو بلا شک اس کی حرکت مسموع ہوتی ہے ۱۲ منہ

متحرک ہوتا ہے اور بجز آواز قلبی کے دیگر اعضا سے اور کوئی دوسری آواز مسموع نہیں ہوتی اور نہ ان کی حرکتِ خاصہ کا نظام نظامِ قلبی کے مخالف ہوتا ہے اسی کو سلطان الاذکار کہتے ہیں وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ [۱]

فصل سوم در لطائف

اے حبیب سالک طریقت والے سالک طالب حقیقت اب کسی قدر حال لطائف کا بھی سُن کر سمجھ لے، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انسان کو دو چیزوں سے بنایا ہے۔ ایک مادّی یعنی جسم جو اربعہ عناصر سے مرکّب ہے اور اپنے وجود اور بقا میں اجزاء کا محتاج ہے۔ دوسرے مجرد عن المادہ جو اپنے وجود اور بقا میں مادّہ کا محتاج نہیں ہے مگر بہ اقتضائے حکمتِ الٰہی جسم مادّی کے ساتھ مقترن ہے۔ اسی کا نام حکما نفس ناطقہ رکھتے ہیں اور یہی نفس ناطقہ کلیات اور جزئیات کا ادراک کرتا ہے اور قوانین جلبِ منفعت اور دفعِ مضرّت مقرّر کرتا ہے لیکن چونکہ اس کو غایت درجہ کا تعلق قالبِ عنصری کے ساتھ ہے اور اسی قالبِ عنصری کے حواس ظاہرہ اور باطنہ اس کے خادم ہو رہے ہیں اور یہ غایت لُطف و شوکت کے ساتھ ان کی تربیت اور اصلاح میں مصروف ہے لہٰذا اس کے ادراکات کلیہ اور جزئیہ وہاں تک محصور ہو رہے ہیں جو جزئیاتِ محسوسہ سے بطور انتزاع [۲] یا انضمام یا ترکیب وغیرہ کے حاصل

---

[۱] اپنا حال تو ایسا ہی گزرا ہے جیسا کہ متن میں مذکور کیا لیکن بعض اخوان الطریقہ نے بیان کیا کہ آواز بھی اور جگہ سے سُنی گئی۔ ع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید ۱۲ منہ

[۲] چند چیزوں سے ملا کر ایک چیز بنانے کو ترکیب کہتے ہیں جیسا کہ سرکہ اور شکر اور پانی سے سکنجبین ایک ذات میں کچھ وصف لگا دینے کو انضمام کہتے ہیں جیسا کہ کپڑے یا کاغذ کو سیاہ یا سرخ رنگ لینا کسی شے میں سے وصف سمجھنا انتزاع کہلاتا ہے جیسا کہ خوبصورت بدصورت نیک و بد ۱۲ منہ

ہوتے ہیں اور مجردات بسیطہ کے ادراک سے گو اپنی صفتِ ذاتی یعنی مادہ سے مجرّد ہونے میں اُنکے ہمرنگ ہی کیوں نہ ہو قاصر اور عاجز ہو رہا ہے اور چونکہ قالبِ عنصری نے اس کو ایسا مغلوب کیا ہے کہ ہر دم خطراتِ لذائذ میں مُبتلا ہے، لہٰذا شریعت اور طریقت میں اس کو نفس امّارہ کہتے ہیں کہ ہر دم امر لذائذ کا کرتا ہے اور ذات وصفات باری عزاسمہٗ وارواح کے ادراک سے ایسا غافل ہے جیسا کہ اپنی حقیقت کے ادراک سے جس وقت سالک سلوکِ طریقت اختیار کرتا ہے اور کسی قدر لذائذ دنیوی کو ترک کرتا ہے اور بحرِ مودتِ حقیقی میں غوطہ لگاتا ہے اور کسی قدر راستہ باطن کا کُھل جاتا ہے تو بعض حالت میں تو نفی خواطر کی ہو جاتی ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ الْحَدِیْث کی چاشنی کا ذائقہ چکھتا ہے اور دوسرے وقت پھر حضیض بشریت میں آپڑتا ہے اور خواطر نفسی پیش آتے ہیں اس وقت یہ نفس ناطقہ قلب کہلاتا ہے پھر اس سے بھی عروج کرتا ہے اور مادہ مادیات سے انقطاعِ کلّی پیش آتا ہے، اس وقت اس قوّتِ مدرکہ کو رُوح کہتے ہیں۔ بعدہٗ تصور ذاتِ بحت میں محویت ہوتی ہے جس کو وصلِ عُریانی کہتے ہیں، اس وقت اس کا نام سِرّ رکھتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ الغرض قلب کے حالات اور درجات باعتبار صفائی کے مختلف ہیں اور ہر ایک حالت ایک لطیفہ ہے ایسا ہی بیان فرمایا ہے، حضرت غوث صمدانی محبوب سبحانی شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوح الغیب میں اور بعض مشائخ نے دو لطیفہ نفس و رُوح جدے جدے قرار دیئے ہیں اور حضرت امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ لطیفہ عالمِ امر کے اور پانچ عالمِ خلق کے شمار کیے ہیں اور کبھی عناصر اربعہ کو ایک قرار دے کر کل سات لطیفہ گنے ہیں اور ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ جگہ اور اس کا جُدا جُدا ذکر اور جدی جدی فنا و بقا اور جدا جدا رنگ اور جدی جدی ولایت قرار دی ہے اور راقم جو اپنی وجدان کی طرف رجُوع ہو کر دیکھتا ہے تو اپنا حال مطابق بیان حضرت غوث صمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاتا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں۔ یَا ھٰذَا الْمُؤْمِنُ اِذَا عَمِلَ صَالِحًا اِنْقَلَبَ نَفْسُہٗ قَلْبًا وَاَدْرَکَ مُدْرَکَاتِ الْقَلْبِ ثُمَّ انْقَلَبَ قَلْبُہٗ سِرًّا ثُمَّ انْقَلَبَ السِّرُّ فَصَارَ فَنَآءً

ثُمَّ انقلبَ الفناءُ فصارَ وجوداً ثمَّ الاحبابُ یسعهم کلُّ باب (ترجمہ)

اے وہ مومن جس وقت عمل کیا اس نے صالح بدل گیا نفس اس کا قلب اور معلوم کیا اس نے معلومات قلب کو۔ پھر قلب بدل کر ہو گیا سِر۔ پھر سِر بدل کر ہو گیا فنا پھر فنا بدل کر ہو گیا وجود۔ پھر دوستوں کو گنجائش ہے ہر باب کی بمقالہ،، صفحہ ۲۰۲، اس میں حضرت نے رُوح کا ذکر نہیں کیا لیکن اب اکثر مشائخ قلب کے بعد رُوح کا ذکر کرتے ہیں۔ هٰذا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لطائفِ خمسہ عالمِ امر کے اس طرح بیان فرمائے ہیں کہ لطیفہ قلب کا مقام زیرِ پستانِ چپ بقدر دو انگشت ہے اور لطیفہ رُوح کا مقام زیرِ پستان راست بقدرِ دو انگشت اور لطیفہ سر کا مقام بالائے پستان چپ بقدر دو انگشت اور لطیفہ خفی کا مقام بالائے پستان راست بقدر دو انگشت اور لطیفہ اخفیٰ کا مقام بالائے ہر دو لطیفہ مذکورہ در وسط سینہ ان تمام کو طے کرنے سے امکان کا دائرہ پورا ہوتا ہے۔ اس کے بعد دائرہ ولایتِ صُغریٰ پھر دائرہ ولایتِ کُبریٰ وغیرہ وغیرہ و دیگر دوائر جو قریب تیس کے ہیں یا اس سے بھی زائد۔ حضرت مولانا مولوی امیر باز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس تمام سلسلہ کو دوائرِ مجددیہ میں تحریر فرمایا ہے۔ میرے نزدیک یہ تمام ہمارے خاص طریقہ کے سلوک میں داخل نہیں ہیں لیکن بتوجہ حضرت پیرو مُرشد رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت مولانا مرحوم مذکور کو جس طور سے ان کا سلوک طے ہُوا وہ اس رسالہ میں درج فرمادیا مجھ کو بھی تلاوت قرآن شریف کرنے سے لطائفِ خمسہ کی سیر حاصل ہُوئی جو درج ذیل ہے ترتیل کے ساتھ قرآن شریف پڑھتے ہُوئے قصد کیا کہ زبان کے ساتھ قلب بھی تلاوت کرے۔ اس کے جاری ہونے کے بعد رُوح سے پھر سر سے پھر خفی سے پھر اخفیٰ سے پھر مجموعہ لطائفِ خمسہ سے، تلاوت کی چنانچہ اس کی مفصل کیفیت میں نے ایک مکتوب میں درج کی ہے جو حافظ عبداللہ صاحب کے نام لکھا ہے۔ چونکہ اصول طریقہ ہذا میں یہ داخل نہیں ہے۔ بوجہ اختصار کے اسی قدر بیان کیا۔
ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

اضافہ طبع ثانی از حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ

لطائف کے بیان میں لکھا ہے کہ مجددی طریقہ کے موافق لطائف خمسہ عالم امر کی سیر ہم کو تلاوۃ قرآن میں حاصل ہوئی جس کا خلاصہ ایک مکتوب میں درج ہے جو میں نے بنام حافظ عبداللہ صاحب کے لکھا تھا۔ اب برادران طریقہ کے افادہ کے واسطے وہ خط بجنسہٖ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز وافر تمیز سالک طریقت طالب حقیقت حافظ عبداللہ افازک اللہ ما تمناہ۔ بعد ادعیہ وافیہ کے واضح ہو میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تلاوت قرآن شریف کے متعلق کچھ مضمون لکھوں گا، رمضان شریف میں عدیم الفرصتی اور ضعف مانع رہا۔ اب حوالہ قلم ہے، تہجد کے لیے اچھے وقت اُٹھو، وضو کامل کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الوضو مختصر قرأۃ کے ساتھ پڑھ کر باقی رکعات میں طول قنوت کرو اور منزل پوری پڑھو، تجدید اور ترتیل کا خیال رکھو لیکن اس قدر نہیں کہ جس سے حضوری میں فرق واقع ہو اور کوشش کرو کہ زبان کے ساتھ قلب بھی تلاوت کرے یعنی قلب میں جو ہر وقت خطرات اور وساوس اور حدیث النفس واقع ہوتے رہتے ہیں وہ نہوں بعوض ان کے الفاظ قرآنی دل میں خطور کریں، اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ ایک جوش کے ساتھ دل سے اُبلتے ہیں، اگرچہ آواز ان کی زبان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اب تم کوشش کرو کہ زبان کے ساتھ دل بھی حرکت کرے ذرا کوشش کرنے سے قلب کی تلاوت کی حرکت پیدا ہو کر زیادہ ہوتی جاتی ہے جب خوب زور شور کے ساتھ جاری ہو جاوے تو اسی طرح رُوح و سر و خفی و اخفیٰ سے یکے بعد دیگرے جاری کرو اور جاننا چاہیئے لطیفہ قلب کا مقام زیر پستان چپ بمقدار دو انگشت ہے اور رُوح زیر پستان راست بقدر دو انگشت اور سر بالائے پستان چپ بقدر دو انگشت اور خفی بالائے پستان راست بقدر دو انگشت اور ان سے دو انگشت اوپر وسط سینہ میں اخفیٰ ہے۔ الغرض تمام صدر میں ایک قوس کی شکل میں تلاوت کی گنجار پھیل جاتی ہے جس کا اصل منبع قلب ہے جیسا کہ شدت دہشت کے

وقت قلب کے ساتھ تمام سینہ کانپتا ہے الاّ وہاں تکلیف ہے اور یہاں راحت اور وہ مجبوری ہے اور یہ بخوشی لطیفہ قلب جاری ہونے سے عام خطرات موقوف ہو جاتے ہیں لیکن خطراتِ خفیہ ذرا ذرا دیر کے بعد وارد ہو جاتے ہیں، لطیفہ رُوح جاری ہونے سے وہ بھی بند ہو جاتے ہیں لیکن دیگر خطرات اُن سے بھی باریک تر گزرتے ہیں، علیٰ ہٰذا القیاس خفیٰ کہ لطیفہ اخفیٰ کے بعد کوئی وسوسہ باقی نہیں رہتا مگر کسی وجہ سے اچانک سالک کبھی کبھی ادنیٰ درجہ میں آپڑتا ہے جس کا علاج بکا و زاری و تضرع و بیقراری کے ساتھ دُعا مانگنا ہے اور شجرۂ شریفہ پڑھ کر توسّل ارواحِ پیرانِ عظام حصولِ مرام کی درخواست کرنا اور خُوب سمجھنا چاہیئے کہ زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں اُن کو کان سُنتے ہیں لیکن تلاوتِ قلب و دیگر لطائف کو کان نہیں سنتے بلکہ سینہ میں ہانڈی کے جوش کی طرح اُبال ہوتا ہے اور کوئی چیز اس میں سے نکل کر پھیلتی ہے اس کو آنکھیں تو نہیں دیکھتیں لیکن باطن میں کوئی قوت اسکو آنکھوں کی طرح دیکھتی ہے یا معلوم کرتی ہے وہ شے مرئی جو سینہ سے اُبلتی اور پھیلتی ہے کس قدر ابر لطیف کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے لیکن وہ ابر نہیں ہے اس کو مَیں نُورِ تلاوت سمجھتا ہُوں ابتداء میں تجوید تلاوت کا خیال تھا پھر وہ ذہول ہو کر تلاوتِ قلبی کی طرف توجّہ مبذول ہوتی ہے۔ اور جس وقت نُورِ تلاوت خُوب پھیلتا ہے تو اس کی طرف سے بھی توجّہ کم ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نُورِ تلاوت میں سے تلاوت پیدا اور ظاہر ہوتی ہے جن آیات میں جناب باری عزّ اسمہٗ کی طرف سے عباد کو خطاب ہے مثل یا یھا الرسل کلوا من الطّیّبات الاٰیہ یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم الاٰیۃ وغیرہ وغیرہ ان کو بلاواسطہ جناب باری عزّ اسمہٗ سے سُنا جاتا ہے اور جن میں عباد کی طرف سے جناب باری عزّ اسمہٗ کو خطاب ہے مثل اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ الاٰیۃ۔ ربّنا ظلمنا انفسنا الاٰیۃ ان میں بلاواسطہ عرض ہوتی ہے اور اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن کا راز منکشف ہوتا ہے، دیگر آیات جن میں قصص یا حالات آخرت ہیں ان کی تلاوت میں وہ سب حالات جو مضمونِ تلاوت ہیں بالکل ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا کہ آنکھوں کے سامنے

ہیں لیکن بدون ترجمہ سمجھنے کے ان آخری حالات کا ہونا مشکل ہے اور اس تمام تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ حضوری تام ہو اور خطرات مفقود ہوں اور عبادت میں لذت ہو۔ اگرچہ بعینہٖ یہ حالات نہ ہوں ان کی مثل دیگر حالات ہوں کیونکہ ہر ایک شخص کی استعداد کے موافق حالات میں اختلاف ہوتا ہے واقعات جو مذکور ہوئے تہجد کے وقت زیادہ وارد ہوتے ہیں اور صبح کے وقت دراز قرأت کرنے سے اس کے قریب قریب حالت ہوتی ہے۔ وَفَّقَکُمُ اللّٰہُ تَعَالیٰ بیت

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں

گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

فصل چہارم در مراقبات

اے عزیز! اب تجھ کو اسباق معمولی کی خوب مشق ہوگئی اور ان کے تصورات کا ملکہ تامہ ہو گیا اور ذکر جلی و خفی کی مشق کما ینبغی ہوگئی اور لطائف طے ہوگئے تو اب عنان توجہ کی دوسری طرف پھیر اور مراقبہ کرنا شروع کر۔ ترکیب اس کی میں بیان کرتا ہوں خوب غور سے سن۔

مراقبۂ اوّل

دو زانو بیٹھ اور سر کو نگوں کرکے دل کی طرف متوجہ ہو کر آیۂ کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ کو چند بار تکرار کر پھر اس کے معنی کو خوب غور کر اور قلب کو دیگر خطرات سے محفوظ رکھ دیکھ تو وہ مالک الملک خود فرماتا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے جس جگہ کہ ہو تم جس جگہ تو مراقب ہے وہاں بھی وہ موجود ہے۔ اب اگر عروج کرتے ہوئے فوق العرش تک پہنچو تو وہ ساتھ ہے اور جو تحت الثریٰ کو جاؤ تو بھی ہمراہ اسی طرح اطراف شش جہات میں جہاں تک پہنچو تو وہ ہمراہ ہے پھر معیت اس کی خصوصیت این اور مکان کے ساتھ نہیں رکھتی اگر

اجزائے زمانہ میں غور کرو تو ابتداء ولادت سے تادمِ مرگ اور پھر وہاں سے تا دخولِ جنت یا نار پھر وہاں سے تا ابد الآباد ہر کسی کے ساتھ ہے هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ الغرض جہاں تک کہ سالک کے قلب کو وسعت ہو اس کی معیت ملاحظہ کرے اور اس مراقبہ میں ایسا مصروف ہونا چاہیئے کہ شب و روز اور شام و پگاہ کام کرتے اور بیکار بیٹھے ہوئے کسی وقت اس سے غافل نہ ہو حتیٰ کہ بلا تکلف جاری ہو جاوے۔ اس میں ایک شے بلا کیفیت محیط الاشیاء معلوم ہوتی ہے اور خدائے تعالیٰ کی حضوری اپنے وجدان میں ہر دم بلا تکلف سمجھتا ہے اور یہ حالت خود بخود ایک دم سے بباعث کثرتِ ذکر یا محض توجہ مُرشد اور فضلِ ایزدی سے پیش آتی ہے۔ پر سالک کو لازم ہے کہ اپنے تصوّر سے اس حضوری کے قائم رکھنے میں سعی کرے۔ تصوّر آیۂ کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ کا اس کو بہت ترقی بخشتا ہے یہ حالت ہر وقت رہنی چاہیے اور ادنیٰ مرتبہ اس کا یہ ہے کہ بوقت بند کرنے آنکھوں کے فوراً بلا قصد اور تکلّف کے مدرک ہو۔

تنبیہ اس مدرک وجدانی کی کچھ بدایت اور نہایت نہیں ہے اور شکل سے پاک ہے۔ پر اکثر مشائخ واسطے تفہیم کے اس حالت کو دائرہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں کیونکہ دائرے کی بھی بدایت اور نہایت نہیں ہے پس ہر ایک مراقبہ کو اگر دائرہ جُدا گانہ کہیں تو درست ہے مگر مشائخ قادریہ نے ان دوائر کو سلسلہ وار بیان نہیں کیا اور حضرت مرشدنا المعظم بھی بلا ترتیب معیّن جو مراقبہ طالب کے مناسب سمجھتے تھے تلقین فرماتے تھے البتّہ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا سلوک سلسلہ وار بیان فرمایا ہے اور ان کے اعمال اور مراقبات ترقی بخش جدا جدا بیان فرمائے ہیں واللہ اعلم وعلمہ اتم

مراقبۂ دوم

بجلسۂ معلوم بیٹھ کر آیۂ کریمہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کا تکرار کر، اور اس کے معنی میں خوب غور کر نفس ناطقہ یعنی قوتِ مدرکہ اپنی ذات کے علم میں حصولِ صورت

کی محتاج نہیں بلکہ اس کا علم حضوری ہے[1] لیکن بایں ہمہ اپنی حقیقت سے ناآگاہ ہے اور اللہ تعالےٰ کو جملہ آفاق کا علم حضوری ازلی ابدی ہے اسی طرح نفس ناطقہ اور اس کی حقیقت اور اسکی مدرکات کی حقیقت کا علم حضوری ازلی ابدی ہے اور باوجود اس حضور اور قرب کے این اور کیفیت اور زمانے وغیرہ سے پاک ہے فَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ بیت

اتصالِ بے تکیف بے قیاس ہست ربّ الناس را با جانِ ناس

الغرض اس قربِ ذاتی کا بھی دائرہ جداگانہ مدرک ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ شانہ وتقدس ہر وقت غایت درجہ قریب معلوم ہوتا ہے اور باوجود اس قرب کے اس استحضار کا ملکہ تامہ ہوجاوے۔

مراقبہ سوم

بطریق معلوم آیۂ کریمہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلیٰ قَوْلِهٖ تَعَالٰی نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کو تکرار کر اور غور کر کہ وجود ایک نور ہے جس نے تمام عالم کو منوّر کر رکھا ہے اور وہ وجود خود عین ذاتِ باری تعالیٰ شانہ کا ہے جو اپنے ثبوت میں جگہ اور زمانہ اور مادہ کا محتاج نہیں ہے اور اس کی کچھ ابتدا یا انتہا نہیں ہے اور جملہ ممکنات اپنی ذات میں مظلم اور غیر موجود ہیں اور ان میں جو کچھ وجود نظر آتا ہے وہ اسی وجودِ اصلی کا ظل ہے جس طرح کہ ذرات میں خود چمک نہیں ہے اور اس میں جو چمک نظر آتی ہے وہ آفتاب عالمتاب کا ظل ہے جب یہ مضمون خوب سمجھ لیا تو اب ممکنات مظلمہ سے اپنی نظرِ خیرہ کو اٹھا اور سب جگہ اس وجودِ حقیقی کا مشاہدہ کر۔ اب بھی اگر سمجھ میں نہیں آیا

---

[1] قوتِ مدرکہ کا خاصہ ہے کہ جو چیز اس کے پاس موجود ہو اس کا ادراک کر لیتی ہے اور اس ادراک کو علمِ حضوری کہتے ہیں اور جو چیز قوتِ مدرکہ کے پاس نہیں ہوتی اس کا ادراک اس طرح ہوتا ہے کہ بوسیلہ کسی حاسہ کے حواسِ خمسہ ظاہرہ سے یعنی سمع و بصر و ذوق و شم و لمس کے یا حواس خمسہ باطنہ میں سے یعنی حسِ مشترک و وہم و خیال و متصرفہ و حافظہ کے صورت اسکی ذہن میں آجاتی ہے اس صورت کے ادراک سے اس موجود خارجی کا علم ہوتا ہے اسی کو علمِ حصولی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

توآسان طریق سُن عروج کر اور عرش تک پہنچ اب دیکھ مادیات ختم ہو گئے نہ وہاں مکان ہے نہ زمانہ اور نہ کوئی جسم اور نہ کوئی طرف بھلا تو کیا ہے وہی موجود حقیقی ہے جو خود وجود اور خود نور ہے، اب مادیات کی طرف نزول کرتے آؤ، عرشِ معلّیٰ سے زمین تک جملہ موجودات کا وجود اسی کا ظل ہے پس سمجھو کہ وہ نور لامکانی مکان میں آیا[۱] حتیٰ کہ عرش سے فرش تک پہنچا پھر تیرا نورِ ایمان آبگینۂ قلب میں سینہ کے طاق میں توحیدِ شہودی کے ساتھ کوکب دُرّی کی مثل چمک رہا ہے اور توجہ مرشد اور فیضِ محمدی کا تیل اس میں بھر لیا ہے، اس کی خاصیت چقماق کی سی ہو گئی ہے۔ سوزِ جگر سے ایک ضرب لگا کر شمعِ عشقی روشن کر اور جمالِ محبوب کے مشاہدہ میں وجد اور تواجد اور وجود کی لذّت حاصل کر اور نورٌ علیٰ نور کو دل کی آنکھوں سے دیکھ کہ نور کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اَللّٰھُمَّ اَذِقْنَا وَاَحِبَّائَنَا مِنْ ذَوْقِ ھٰذَا الْمَقَامِ۔

تنبیہ سمجھو کہ صوفیائے کرام وجود یعنی ہستی بمعنی مصدری سے بحث نہیں کرتے بلکہ بمعنی ما بہ الموجودیت یعنی وہ شے کہ خود بدون کسی کی ایجاد کے موجود ہے اور جملہ موجودات کی اصل ہے اس سے بحث کرتے ہیں اور تصوّف کی کتابوں میں جس جگہ لفظ وجود آیا ہے اس سے یہی معنی مراد ہیں اور بے شک وہ ذاتِ پاک وحدہ لاشریک لہٗ جناب باری عزّ اسمہٗ ہے۔ وجودی شہودی علمائے ظاہر اس میں متفق ہیں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور اس معنے کے لحاظ سے لفظ وجود کا اطلاق ذاتِ باری پر بالاشتقاق نہیں ہوتا بلکہ بالمواطات ہوتا ہے یعنی کہا جاتا ہے اللہ وجود ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ موجود ہے اور جب وجود بمعنی مصدری استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا استعمال بالمواطات صحیح نہیں ہے بلکہ بالاشتقاق صحیح ہے یعنی یہ نہیں کہیں گے کہ اللہ وجود ہے بلکہ اس طرح کہیں گے کہ اللہ موجود

---

[۱] یعنی بطور ظل کے جیسا کہ آفتاب کا ظل آئینہ ہائے رنگا رنگ میں اور جو کچھ بالائے عرش مشاہدہ کیا تھا وہ بھی ظل ہے کیونکہ اصل ذات کو کوئی عارف ادراک نہیں کر سکتا جو کچھ معلوم ہوتا ہے سب ظلال ہیں ۱۲ منہ

ہے اور ممکنات کو موجود کہنے میں صوفیوں کے دو فریق ہیں قطب الوقت امام اہلِ وجود حضرۃ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین جو وجودی کہلاتے ہیں ان کے نزدیک بجز ذاتِ واحد کے خارج میں یعنی نفس الامر میں کوئی شے موجود نہیں ہے اور کائنات جو کچھ موجود محسوس ہوتی ہے یہ سب اسی ذاتِ واحد کے اسمار و صفات کے ظلال ہیں جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور عوام ان کو غلطی سے موجودات و کائنات سمجھتے ہیں ان اشیار کا صرف وجود ذہنی علم الٰہی میں موجود ہے جن کو وہ اعیانِ ثابتہ کہتے ہیں اور انھیں اعیانِ ثابتہ کو وہ حقائق اشیا کی قرار دیتے ہیں اور چونکہ صور علمیہ کا وجود اس کے وجود سے علیحدہ نہیں ہے لہٰذا اس سے وحدتِ وجود میں فرق نہیں آتا پس موجود واحد ہے لاغیر اور ظہور کثرت اس طور سے ہوتا ہے کہ اعیانِ ثابتہ میں سے جن کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں ان کے اسمار ظلی طور سے خارج میں مطابق اعیانِ ثابتہ کے ظاہر ہوتے ہیں اور چونکہ اُن کے نزدیک ظل کا وجود ذی ظل سے علیحدہ نہیں ہوتا لہٰذا اس کے سوا خارج میں اور کوئی شے موجود نہیں ہے اور منشا اس تمام گفتگو کا یہ ہے کہ بطور عرفان اور وجدان کے وجود اشیار کا ان کو اس طرح منکشف ہوا ہے جیسا کہ مذکور ہوا لیکن اس عرفان کی وجہ سے وہ امور شرعیہ میں کچھ دخل نہیں دیتے اوامر و نواہی شرع کے پابند ہیں اور جزا و سزا کے معتقد ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ طلسم خداوندی ہے کہ معدومات کو موجودات دکھاتا ہے اور اس پر جزا و سزا کو مرتب کرتا ہے اور کہنا ان کا مخالف اس کے نہیں ہے، جو عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے حَقَائِقُ الْاَشْيَاءِ ثَابِتَةٌ یعنی اشیار کی حقیقتیں نفس الامر میں موجود ہیں کیونکہ اس جملہ سے مقصود سوفسطائی فرقہ کی تردید ہے وہ فرقہ کہتا ہے کہ نہ تو نفس الامر میں کوئی چیز موجود ہے اور نہ اس پر ترتب جزا و سزا کا ہے۔ وہ فرقہ قطعی منکر شریعت ہے۔ حضرات وجودی بے تکلف ہمہ اوست کہتے ہیں اور بنیاد ہمہ اوست کہنے کی یہ ہے کہ اعیانِ ثابتہ کو حقائق اشیار قرار دیتے ہیں۔ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ہمہ اوست کے صحیح ہونے میں انکار کی گنجائش نہیں رہتی، عرصہ دراز تک صوفیوں میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور سب وجودی ہوئے اب بھی اکثر مشائخ

وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ صرف امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخر وقت میں اس سے انکار کیا اور وحدۃ الشہود کے قائل ہوئے فرق صرف اس قدر ہے کہ جملہ کائنات کو ظلال اسمائِ الٰہی تو یہ بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن ظل اور ذی ظل کے اتحاد کے یہ قائل نہیں ہیں بلکہ ظل کو غیر ذی ظل کہتے ہیں اور ان کو موجود بایجاد خداوندی تسلیم کرتے ہیں اور یہ اعیانِ ثابتہ کو حقائق اشیا قرار نہیں دیتے بلکہ انکے نزدیک اعیانِ ثابتہ کی ہر ایک جزئی جو علمِ الٰہی میں متشخص ہو کر موجود ہے اس ہر جزئی کے اعدام بھی ان جزئیات کی طرف مضاف ہو کر علمِ الٰہی میں موجود ہیں اور یہ عدمات مع ظلال اسماء الٰہی کے حقائق اشیاء کی ہیں۔ پس جزئیات اعیان میں سے جس کو موجود کرنا چاہتے ہیں اسماء الٰہی میں سے اس اسم کا ظل اس عدمِ جزئی کی طرف متوجہ ہو کر اس کو موجود بناتا ہے۔ ہر چند کہ یہ وجود ظلی حادث غیر قائم بمقابلہ اصل وجود کے کالعدم ہے اور اپنے وجود اور بقا میں اس کا محتاج ہے لیکن اس کو موجود کہیں گے معدوم نہ کہیں گے پس یہ حضرات ہمہ از وست کہتے ہیں ہمہ اوست نہیں کہتے یعنی خالق اور مخلوق کو وجود میں متحد نہیں جانتے البتہ یہ سب ظلال اسمی وجودِ واحد کے ہیں ان دونوں فریق کی قوی تر دلیل یہی ہے کہ تصفیہ قلب اور تجلیہ روح اور تزکیہ نفس اور شرح صدر اور منور ہو جانے باطن کے بعد ہر ایک فریق نے اپنے اپنے مراقبات کے وقت وجدانی طور سے ایسا معلوم کیا جیسا کہ مذکور ہوا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دونوں فریق اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ تمام کائنات ظلال اسماء الٰہی ہیں۔ پس سالک کسی فریق کا ہو اس کے واسطے لازمی طور سے ایک وقت ایسا آنا چاہیے کہ وہ وجدانی طور سے کائنات کو ظلال اسماء معلوم کرے اگر یہ حالت نہیں گزری تو اس نے سلوک کی اس منزل کو طے نہیں کیا اور آگے گنجائش ہے کہ ہر فریق بتحقیق خود اپنے وجدان کے مطابق یا بتقلید پیرانِ خود وجود کا قائل ہو یا شہود کا لیکن اہلِ وجود کے واسطے لازم ہے کہ وہ ایسی تاویلات جانتا ہو کہ باوجود دعوی وجود کے اس کا معاملہ خلافِ شریعت کے نہ ہونے پائے اور اہلِ شہود کو تاویل معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ شہود تو خود شریعت کے موافق ہے چونکہ ہم لوگ جو طریقہ غفوریہ رحیمیہ سے تعلق رکھتے ہیں مجددی ہیں اور مجدد صاحب شہودی ہیں ہمارا

اعتقاد اور سلوک بھی ان کے موافق ہونا چاہیئے جو شخص اپنی حالت اندرونی اس کے خلاف پاوے اسکو سمجھ لینا چاہیے کہ غلط راہ پر ہے چونکہ یہ مسئلہ معرکۃ الآراء اور مزلۃ الاقدام ہے اس واسطے اسکی تشریح میں کوشش کی۔

ہمارے طریقہ میں سے جو صاحب قابلیت رکھتے ہیں ان کو چاہیے کہ اس مضمون پر مکرر بغور نظر ڈالیں اور اچھی طرح سمجھیں اور اگر زیادہ تشریح کی ضرورت ہو تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات کی جلد اول مکتوب دوصد وسی چہارم میں جو بنام صاحبزادہ کلاں شیخ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کے لکھا ہے اس کی خوب تفصیل کی ہے وہاں دیکھنا چاہیے اور راقم نے ایک رسالہ اس مبحث میں لکھا ہے جس میں فریقین کے مقاصد مع دلائل کے بیان کیے ہیں لیکن وہ طبع نہیں ہوا[ف] یہ جو کچھ یہاں لکھا اس کا خلاصہ ہے۔

مراقبۂ چہارم

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ الآیۃ کو چند بار تکرار کر اور اس کے معنی میں خوب غور کر حتیٰ کہ کل معاملات قیامت کے اور فنا ہوجانا دنیا ومافیہا کا مثل رأی العین کے بالکل آنکھوں کے سامنے ہو جاوے اور اپنے وجود کو بھی فنا تصور کر کہ بالکل معدوم معلوم ہو اسی طرح دیگر مراقبات مثل ھو الاوّل ھو الآخر الآیۃ وغیرہ جس کا پیر و مرشد ارشاد فرماویں مراقبہ کرے۔

بیانِ رابطۂ شیخ

اے عزیز قرب الٰہی حاصل ہونے کے واسطے نہایت قریب راستہ جو اندراج البدایۃ فی النہایۃ کر دیتا ہے یعنی مبتدی کو منتہی بنا دیتا ہے اور ایک دم کے دم میں بڑے بڑے مشائخ

[ف] یہ رسالہ بعد میں بنام التوحید طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ الحمد للہ ۱۲ مشتاق احمد عفی عنہ

کے مقامات کی کیفیت دکھاتا ہے وہ رابطۂ شیخ ہے کسی قدر اس کا ذکر تصورِ شیخ میں بیان ہو چکا ہے اور کچھ ذکر انشاءاللہ تعالیٰ آدابِ شیخ میں آوے گا۔ علاوہ اس کے اس قدر یہاں سمجھ لینا ضرور ہے کہ جس قدر اعتقاد اور محبتِ شیخ سے زیادہ ہوگی اسی قدر ترقی ہوگی۔ اس میں استعداد طبیعتوں کی مختلف پائی گئی ہے۔ بعض شخص کو تو بمجرد بیعت ہونے کے خود بخود یہ ربط اعلیٰ درجہ کا حاصل ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے خود اس کے پیر ہی کی نہیں بلکہ بہت سے مقامات دادا پیر یا پیرانِ پیر یا حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلی طور پر اس کے آئینۂ قلب پر منعکس ہو جاتے ہیں۔ راقم نے بعض اپنے احباب کے ظلی طور پر ایسے حالات اور مقامات دیکھے ہیں کہ جن کے ادراک کی طاقت میری عقلِ ناقص کو ہرگز نہیں ہوئی بلکہ بجز حیرت اور تعجب کے کچھ سمجھ میں نہیں آیا اور بعض اوقات خود اپنی ترقی حالات کی اس قدر دیکھی ہے کہ دوسرے وقت بجز تعجب کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا اس وقت سالک کی طبیعت پر سکر ضرور غالب ہوتا ہے اور زہد و بے رغبتی دنیا سے اور انس ذاتِ پاک جناب باری عزاسمہٗ سے ہوتی ہے اور بعضوں کو سکوت اور فکر فی المعرفت اور بعضوں کو جذبہ اور گویائی معرفت کی غایت درجہ کی پیش آتی ہے اور نکات عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں باایں ہمہ چونکہ یہ حالات اس کو ظلی طور پر بواسطہ رابطۂ شیخ کے عطا ہوتے ہیں لائق اعتماد کے نہیں کیونکہ ان کا باقی رہنا موہوم ہے۔

تنبیہ یہ حالات حضرت شیخ المشائخ قطب الوقت مرشدنا برحق کی حیات میں اور علی الخصوص قبل از حدوث مرضِ مہلک حضرت مرحوم کے اکثر اشخاص کو بکثرت پیش آتے تھے اور بعد میں کم واللہ اعلم اس میں بھید کیا ہے شاید کہ اس وجہ سے ہوں کہ حضرت مرحوم اوقاتِ مخصوصہ میں اکثر اوقات مریدوں کا تصور کر کے توجہ دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اور مشائخ مریدوں کو تصورِ شیخ تعلیم کرتے ہیں اور میں خود مریدوں کا تصور کرتا ہوں۔ اسی واسطے میرے مرید جلد ترقی کر جاتے ہیں اور یا اس وجہ سے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسی ولایت عطا کی تھی کہ اپنی قوت قسری سے ناقابلوں کو قابل کر دیتے تھے اور نااستعداد والوں کو استعداد بخش کر قربِ الٰہی کی طرف کھینچ لے جاتے

تھے۔ لاریب آپ اس کے مصداق تھے۔ دوہہ

مُرشد ایسا ڈھونڈھیے جو صیقل گر سا ہو

جنم جنم کے مورچے اک پل میں دیوے کھول

کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت قسری فرو ہو جاتی ہے اور حالات میں کسی قدر فترت ہو جاتی ہے۔ اس مدوجزر کو اہل تصوّف قبض وبسط کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر سالک کو قبض وبسط ضرور پیش آتا ہے ایسی حالت میں رابطہ شیخ کے بڑھانے میں نہایت سعی کرنی چاہیے۔ اگر خدانخواستہ رابطہ شیخ میں بھی فتور آوے گا تو جو کچھ حاصل ہُوا تھا سب جاتا رہے گا۔ شیخ کو اپنا محبوب بناوے اور اسکی محبت میں بیخود ہو جائے حتیٰ کہ اپنا ارادہ اور خواہش اس کے ارادہ اور خواہش میں فنا کر دے اپنی جان اور مال اور دُنیا ومافیہا کو اس کی محبت میں بھُول جاوے اور نہایت محبت وآداب کے ساتھ ہر وقت اس کی صورت کا خیال اپنے دل میں رکھے۔ بیت

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی۔

اور جو ترکیب اذکار میں مذکور ہُوئی وہ تصورات کریں اگر قلب میں کسی قدر صفائی ہے، تو انشاء اللہ تعالیٰ بمجرد تصوّر شیخ کے فیض شروع ہو جاوے گا۔

کیفیتِ آمدِ فیض

کی یہ ہے کہ ایک چیز نورانی آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے جس کے باعث وسواس لایعنی مرتفع ہو جاتے ہیں اور یہ فیض کبھی مثل ہوا کے آتا ہے اور کبھی مثل بارش کے معلوم ہوتا ہے اور کبھی جسم میں سرور اور قلب میں جوش پیدا ہوتا ہے اور بعض اوقات محبت اور اشتیاق جوش مارتا ہے اور بعض اوقات وجد ہوتا ہے۔ الغرض اس کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں جن پر گزرتی ہیں وہ خوب پہچانتے ہیں۔

بیانِ وَجد و تواجُد

وجد ایک حالت ہے جو سالک کو بوقت ذکر کے یا توجہ یا حلقہ میں بیٹھنے سے یا کوئی شعر شوقیہ یا قصیدہ نعتیہ وغیرہ سے پیش آتی ہے کبھی نہایت درجہ کا اشتیاق اللہ رب العٰلمین کا یا حضرت رسولِ اکرمؐ یا حضرت پیر و مُرشد کا اور کبھی خوف اس کے عتاب کا اور کبھی خوشی اس کے انعام کی دل میں غلبہ پکڑ کر سالک کو حرکاتِ مضطربہ کرنے کی طرف مجبور کرتا ہے اور موجب کمال درجہ کی بے تابی یا گریہ وزاری یا مستی و شور کا ہوتا ہے۔ وجد کی عمدہ قسم یہ ہے کہ دروازہ قربِ الٰہی کا کھُلے اور سالک کو بالکل محو اور از خود رفتہ کر دے۔ صاحب عوارف نے اس قسم کی وجد کا نام وجود رکھا ہے اور اس کا رتبہ وجد سے بہت بالا بیان کیا ہے اور وجد کو بہ تکلف و فکر حاصل کرنے کو تواجد کہتے ہیں۔ یہ بات آداب میں داخل ہے کہ مجمع غیر اخوان الطریقہ میں تواجد نہ کرے اور خود بخود وجد پیش آوے تو حتی المقدور روکے اور طبیعت کو اور کسی خیال میں مشغول کرلے ہاں تنہائی اور مجمع خاص میں تواجد کرے تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ وجد دائم قلبی کو اس طرح لے جاتا ہے جس طرح کہ خس و خاشاک کو دریا کا رو چڑھا ہوا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا۔ اگر ایک جگہ چند طلاب طریقت ہوں تو اُن کو مناسب ہے کہ سب جمع ہو کر ذکر کریں تاکہ ہر ایک کے انوار دوسرے پر منعکس ہوں اور وجد تواجد حاصل ہو۔

تنبیہ وجد کا ہونا ہر شخص کے واسطے ضروری نہیں مگر اکثر اشخاص کو پیش آیا کرتا ہے اور بعض کو نہیں ہاں رفع ہونا وسواس کا اور درست ہونا خیالات کا ضرور ہے۔ مشائخ کا قول ہے التصوف تصحیح الخیال۔ (تصوف خیال کے صحیح ہونے کا نام ہے)

بیانِ توجُّہ

مشائخ کا معمول ہے کہ طلاب طریقہ کی ترقی کے واسطے توجہ دیا

کرتے ہیں ترکیب اس کی یہ ہے کہ شیخ درمیان میں بیٹھے اور طلاب طریقہ کو اپنے سامنے بٹھلائے
اوّل درود شریف پھر شجرہ پڑھے اور سورۂ فاتحہ و مہر چار قل چند بار پڑھ کر ارواحِ مشائخ کو اسکا ثواب
پہنچاوے اور تصور کرے کہ جملہ مشائخ کا بالعموم اور حضرت پیرو مرشد کا بالخصوص فیض آرہا ہے اس سے
اپنے قلب کو خوب پُر کرے پھر حاضرانِ مجلس کے قلب کو اپنے تصوّر سے کھینچ کر سامنے لاوے اور وہ فیض
ان میں بھرے اس وقت اِلاَّ اللہ یا اَللہ کی ضرب جہر کے ساتھ قلوب متصورہ پر مارتے ہیں، اور
طلاب کو ذکرِ جہر کی اجازت دیتے ہیں فوراً ان کو وجد اور شوق و ذوق شروع ہو جاتا ہے توجہ دینے والے
کو لازم ہے کہ اسی طرح کیے جائے نہ اپنی طبیعت کو سرد کرے اور نہ طالبان کی طبیعت کو سرد ہونے
دے حتیٰ کہ کیفیت پوری پوری حاصل ہو اور جس شخص کی کیفیت کمی پر دیکھے اس کو اپنے پاس بُلا کر ذکر
کراوے اور اس کے قلب پر خود ضرب مارے تاکہ بیخود ہو اور اگر مناسب وقت سمجھے کوئی شعر یا قصیدہ
خوش لحنی سے خود پڑھے یا رفقا میں سے کسی کو اجازت پڑھنے کی دے اور جو غائبانہ مریدوں کو توجہ دینے
کا قصد ہو تو ان کی صورتوں کا خیال اپنے قلب کے روبرو باندھ کر توجہ دے تو انشاء اللہ تعالیٰ فیض
پہنچے گا اگرچہ مرید صدہا کوس کے فاصلہ پر کیوں نہ ہو اور جو مرید توجہ میں بیٹھنے والے ہوں ان کو لازم
ہے کہ غایت ادب سے باوضو سرنگوں دو زانو بیٹھیں اور یہ تصور کریں کہ پیرو مرشد توجہ دینے والے کا
فیض ہمارے قلب پر آرہا ہے اور جو کسی مزار پر ہوں تو صاحب مزار کا بھی تصوّر کریں اور جس وقت اشارہ
ذکر کا ہو تو ذکر کریں اور جو سرور اور وجد دل میں پیدا ہو تو اپنے تصوّر سے اس کو بڑھاویں آنکھیں بند رکھیں
یمین و یسار التفات نہ کریں، ہاں اگر کسی کو بیہوشی ہو جاوے اور خوف چوٹ کا ہو تو اپنا تصوّر اور کیفیت
چھوڑ کر اس کے سنبھالنے کی کوشش کریں کہ حق اخوت طریقت ہے اور جس وقت شیخ جلسہ برخاست
کرنا چاہے اور خاموش کرے تو خاموش ہو جاویں اگر کسی کو سخت بیہوشی ہو اور ہوش نہ آوے تو
توجہ دینے والا سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کے کان میں دم کرے، انشاء اللہ تعالیٰ ہوش میں آجاوے گا
یاد رہے کہ ہمارے طریقہ میں سماع بالکل نہیں ہے نہ مزامیر کے ساتھ اور نہ بلا مزامیر کے۔ حضرت امام

ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے محفل میلاد جس میں بکثرت قصائد اور اشعار ہوتے ہیں، اس میں شریک ہونے سے بھی سخت منع کیا ہے اور اس کو سماع میں شمار کیا ہے۔

بیانِ تلاوتِ فرقانِ حمید

جس وقت قرآن شریف پڑھنے کا قصد کرے۔ اوّل طہارت مثل صلوٰۃ کے کرے پھر رُو بقبلہ بتعظیم تمام و اخلاص مالا کلام و حضوری ذات پاک تلاوت شروع کرے اور جس طرح کلمات قرآن شریف کے زبان سے تلاوت کرتا ہے چاہیے کہ اسی طرح قلب بھی ان کو بطور حدیث النفس کے تکلم کرے تھوڑے ہی عرصہ میں دیکھے گا کہ وہ الفاظ بموجب فحوائے وَإِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ کے منہ سے نکلتے ہی کسی قدر شکل نورانی پکڑتے ہیں اب اس سے آگے دو صورتیں ہیں یا تو معنی میں غور و فکر کرے اور آیۂ ترغیب و ترہیب و رجا و خوف وغیرہ وغیرہ جو کچھ آداب تلاوت کے اکثر علما نے لکھے ہیں بجا لاوے اور یا سوچے کہ جس وقت حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف تازہ تازہ نازل ہوتا تھا تو آپ مجمع صحابہؓ کو سُناتے تھے۔ اب سوچ لے کہ گویا وہی وقت ہے اور اس تلاوت کی آواز کو تلاوت حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصوّر کرے اور اپنے کو مع مجموعہ صحابہ کے سامعین قرار دے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کہ یہ تصوّر خوب قائم ہو جاوے تو آواز تلاوت کو تلاوت جبرئیل امین علیہ السلام کی مسجد نبوی میں سُنے، بعدہٗ آواز اللہ تعالیٰ رب العالمین کی عرشِ معلیٰ پر تصور کرے اور سمجھے کہ بلا وساطت غیر کی وہ مالک الملک خود اپنا کلام آپ کو سُناتا ہے اور اوامر و نواہی کا خطاب فرما رہا ہے اور ایک تجلی کلامِ الٰہی کی پیش آ رہی ہے جو تالی کو محو کر رہی ہے۔

بیانِ کیفیتِ صلوٰۃ

یہ عجیب چیز ہے کہ گلدستہ قربہائے گوناگوں ہے اور سالکین طریقت کو اس میں اقسام اقسام

کے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے غیب سے یہ جواب آرہا اور خود استماع قبول کے ساتھ سُن رہا ہے اور نہایت خائف ولرزاں ہو رہا ہے۔ بسا اوقات آیات ترہیب کے وقت قشعریرہ اور کبھی رِقت اور خوف اور بوقت ترغیب کے فرحت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے وَلَہٗ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں سے آواز آتی تھی جیسے کہ ہانڈی کے پکنے کی آواز ہوتی ہے اور اس کے قریب قریب بعض اوقات ہم نے اپنی حالت بھی دیکھی ہے کہ ایک بار حضرت قطب وقت مرشد برحق جامع مسجد میں نماز جمعہ کی پڑھتے تھے اور امام نے کوئی آیت پڑھی جس میں دوزخ کا ذکر تھا۔ اس کا تصور آپ کو ایسا بندھا کہ دوزخ سامنے نظر کے آگئی اور آپ بیہوش ہو کر گر پڑے اور سر مبارک میں بہت چوٹ لگی پھر لوگ آپ کو اُٹھا کر لائے جس وقت رکوع میں جاوے اَللّٰہُ اَکْبَر کہے اور سمجھے اَکْبَرُ مِنْ ھٰذَا الْمَشْھُوْدِ یعنی جو تجلی نماز میں پیش آرہی ہے اور تصور ہو رہا ہے اس کی خاص ذات پاک اس سے بہت بڑی ہے دیگر تکبیرات انتقالات میں بھی ایسا ہی تصور کرے۔ رکوع میں کہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور اس کی تنزیہہ اور ربوبیت اور عظمت کا تصور کرے حتیٰ کہ ایک قسم کی محویت پیش آوے بعدہ قومہ کرے سمع اللہ لمن حمدہ کا تصور کرے پھر سجدہ میں جاوے اور کہے سبحان ربی الاعلیٰ اور تنزیہہ و ربوبیت وعُلو کا تصور کرے پھر جہاں تک خیال پہنچے اس سے اعلیٰ وافضل سمجھے تاکہ اور تجلی پیش آوے لا الی النہایۃ بعض مرتبہ تو نہایت درجہ کی محویت پیش آتی ہے اور بعض مرتبہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جملہ موجودات از فرش تا عرش مصلی کے ساتھ تسبیح وتہلیل وتنزیہ میں مشغول ہیں پھر اسی طرح تشہد و درود پڑھنے کے وقت ان کے معنی کا تصور کرے اور وقت سلام کے یمین ویسار میں ملائکہ اور مردمان کا تصور کرے اور تمام نماز میں اوّل سے آخر تک مراقبہ پاک عزّ اسمہٗ کا رکھے۔

فصل فی الدعا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَقَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ وَقَالَ هَلْ يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ۔ الغرض دعا بڑی عمدہ عبادت ہے اور موجب حصولِ مدعا اکثر اشخاص اپنی بڑی بڑی مہماتِ مشکلہ میں حضرت مرشدنا المعظم سے استدعا کرتے تھے اور مشکلات کے رفع کے واسطے کوئی عمل معمول بہ آپ کا نہ تھا بجز دُعا کے اور اکثر اوقات آپ کی دُعا کی برکت سے بڑی سخت مشکلات رفع ہو جاتی تھیں اور اسی کی تلقین ہم خدام کو فرماتے جس امر کے واسطے زیادہ اہتمام کرنا منظور ہو تو اوقات مستجابہ میں بطہارتِ کاملہ رو بقبلہ بحضور قلب حمد و ثنا کر کے اپنے مشائخ طریقہ کا توسل لے کر دُعا کرنی چاہیے اور لازم ہے کہ اس وقت میں حضوری تام اور عجز و نیاز اور گریہ و زاری اور جوش و خروش اور طلب صادق اور اصرار فی الطلب اور امید کامل استجابت کی ہو بعض اوقات حمد و ثنا میں بڑی لذت اور وسعت ذہن کو ہوتی ہے اور دعا کے بعد حصولِ مدعا پر دل کی جمعیت ہوتی ہے اور تشویش رفع ہو جاتی ہے یہ علامت قبولیت کی ہے اور بعض اوقات دل پر عظمت طاری ہو جاتی ہے اور کمال حضوری کے باعث زبان پر لفظ دعا کے نہیں آتے ہیں بلکہ مراداتِ قلبی ذات کبریائی کے روبرو ایسی طرح پیش ہوتی ہیں جیسے کہ کوئی مطلب لکھ کر کسی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور بعض اوقات اپنے عصیان کا خیال آکر استغفار ہی استغفار زبان سے نکلتے ہیں یہ بھی صورتیں اکثر اجابت کی ہوتی ہیں اور جو بشرائط مذکورہ توفیق دعا کی نہ ہو یا حضوری ایسی ہو کہ اس کی لذت میں دعا فراموش ہو جاوے اور مصداق اس قول سعدی کا ہو" چوں بدرخت گل برسیدم بوئے گلم چناں مست کرد کہ دامنم از دست برفت" یہ علامات اجابت دعا کی نہیں ہیں۔

فصل فی التصرّف و الہمّۃ

جس امر میں بہت ہی قوت کے ساتھ دُعا کرنی ہو اس کو اپنی قوتِ خیالیہ سے موجود کرتے ہیں مثلاً زید کی شفا کے واسطے اپنی قوتِ خیالیہ سے مرض کو سلب کرے اور شفا کو قائم و علیٰ ہذا القیاس

اور اسی کو ہمت و تصرف کہتے ہیں بعض اوقات صرف ہمت اس طرح کرتے ہیں کہ ذکر نفی و اثبات میں نفی کے ساتھ نفی خلاف مقصود کی کریں اور اثبات کے ساتھ تصورِ حصول مقصود کا کریں۔

فصل فی الاستخارۃ

جو کوئی امر مہم پیش آوے استخارہ مسنونہ یا معمولہ طریقہ کا کرے۔ استخارہ مسنونہ یہ ہے، کہ چار رکعت نفل پڑھے بعدہ یہ دُعا بتصور معنے کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَخِیۡرُکَ بِعِلۡمِکَ وَاَسۡتَقۡدِرُکَ بِقُدۡرَتِکَ وَاَسۡاَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ الۡعَظِیۡمِ فَاِنَّکَ تَقۡدِرُ وَلَا اَقۡدِرُ وَتَعۡلَمُ وَلَا اَعۡلَمُ وَاَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ اَللّٰھُمَّ اِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ خَیۡرٌ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ فَقَدِّرۡہُ وَیَسِّرۡہُ لِیۡ ثُمَّ بَارِکۡ لِیۡ فِیۡہِ وَاِنۡ کُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ ھٰذَا الۡاَمۡرَ شَرٌّ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَمَعَاشِیۡ وَعَاقِبَۃِ اَمۡرِیۡ فَاصۡرِفۡہُ عَنِّیۡ وَاصۡرِفۡنِیۡ عَنۡہُ وَاقۡدُرۡ لِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ ثُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِہٖ سات روز متواتر کرے پھر جس طرف دل کی جمعیت ہووے اسی کو بہتر سمجھ کر عمل کرے۔ ترکیب دیگر معمول طریقہ اسم پاک یَا عَلِیۡمُ یَا خَبِیۡرُ یَا سَمِیۡعُ یَا بَصِیۡرُ ایک ایک تسبیح پڑھ کر ان صفات کا تصور اسطرح پر کریں جیسا کہ سبق سوم میں مذکور ہُوا اور نیز اس علم اور خبرت اور سمع اور بصر کی وسعت کو خیال کر کے اپنے دل سے دُعا کرے کہ مجھ کو بھی علم اور خبر عطا کر اور نیت اس امر کی کرے جو درپیش ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ منکشف ہو جاوے گا، اس کی کئی صورتیں ہیں۔ اکثر اوقات تو خفیف سی غنودگی ہو کر خواب میں معلوم ہو جاتا ہے اور بعض اوقات نیم خواب سے ہو کر کچھ لفظ زبان پر جاری ہو جاتے ہیں، وہ بالکل موافق مطلوب کے ہوتے ہیں یا مخالف اور اکثر ویسا ہی وقوع میں آتا ہے اور بعض اوقات کان میں غیب سے کچھ مسموع ہوتا ہے اور کبھی ایک مضمون مع الفاظ کے یکلخت دل میں آجاتا ہے

اور بعض مرتبہ جس امر میں تردّد ہوتا ہے وہ تردد رفع ہو جاتا ہے اور ایک بات پر دل جمعی ہو جاتی ہے یہ سب صورتیں الہام کی ہیں اور مراقبہ معلومہ میں اکثر اوقات پیش آتی ہیں اور جو ضرب اللہ میں تصوّر علم اور جہر کا بطرز مذکور کیا جاوے تو بھی یہ معاملہ پیش آجاتا ہے اور کبھی کبھی خود بخود بلا تصور اور مراقبہ کے الہام ہو جاتا ہے اور واضح ہو کہ الہام میں کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے اور باعتبار قلت و کثرت و ہمّت و عدم صحت الہامات کے سالکوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں واللہ اعلم وعلمہ اتم

بیانِ اربعین

یعنی چلّہ کا یہ عُمدہ اعمال مشائخ سے ہے، واسطے صفائی قلب کے کَیْفَ لَا وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَھَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ یعنی جو شخص کہ چالیس روز اپنے اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص کر دے تو اُس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ شانہ نے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً یعنی توریت عطا کرنے کے واسطے موسیٰؑ کو جو کوہ طور پر رہے اور تیس روزہ رکھنے کا حکم ہوا، سوال کے باعث دس روز کے بمقدار اور زیادہ کیے گئے تو پورے چالیس روز کے بعد توراۃ عطا ہوئی اور نیز حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر وحی کے قصہ میں وارد ہوا ہے کہ چند روز کا کھانا لے کر غارِ حرا میں تشریف لے جا کر عبادت کرتے تھے اور بعد تمام ہونے کے پھر آکر کھانا لے جاتے اور عبادت کرتے یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اِقْرَاْ لے کر تشریف لائے تا آخر قصہ اور رمضان شریف میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف پر مداومت فرماتے رہے الغرض خلوت بڑی عمدہ شے ہے اور صفائی قلب اور زہد عن الدنیا اور رغبت فی الآخرۃ اور الانس بذات پاک اور لذت فی العبادۃ اور ترقی فی الحالات کے واسطے ایک عشرہ رمضان شریف کا اعتکاف تو خود سنتِ مؤکدہ

علی الکفایہ ہے اور زیادہ جس قدر ہو بشرطِ اخلاص مستحب اور موجب مزید ثواب، البتہ چالیس روز تک معتکف رہنا زیادہ تر موجب صفائی قلب ہے جیسا کہ حدیث شریف اور قصہ مذکورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس پر دلالت کرتا ہے اور چالیس روز کی نورانیت کا اثر دیر تک سالک پر رہتا ہے دل میں نورانیت اور ادائے اوراد کی ہمت باقی رہتی ہے پس جو شخص چلہ میں بیٹھنا چاہے ایسی جگہ تجویز کرے کہ باوجود خلوت کے نماز باجماعت میسر ہو سکے تاکہ فضیلت جماعت سے محروم نہ رہے اور نیت تحصیل قرب اور محبت الٰہی کی ہو اور ماسوائے اللہ سے تعلق دل کا منقطع کرے بدترین اربعین کا وہ ہے جو کسی غرضِ دنیاوی کے واسطے ہو قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًاؕ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ پھر وضو اور طہارت کاملہ کر کے حجرہ میں داخل ہو اور شجرہ طیبہ پڑھ کر بتوسل مشائخ دعاء محبتِ الٰہی کی کر کے ختم شریف پڑھ کر حضراتِ مشائخ کی ارواحِ طیبہ کو ہدیہ کرے اور بموجب ہدایت شیخ کے اوراد اور تصور میں مشغول ہو جاوے اور دوام صیام و قلتِ منام و قلتِ طعام کو لازم پکڑے ہر وقت ذکر میں مشغول رہے بلا ضرورت سخت کے کلام کسی کے ساتھ نہ کرے کوئی خطرہ دنیوی دل پہ نہ آنے دے جملہ اوقات کو ذکر اور فکر سے معمور رکھے تاکہ حضوری حاصل ہو ایسے موقع پر ایک خادم کی ضرورت ہوتی ہے جو حوائج ضروریہ میں معاون رہے۔ وقت ضرورت کے اُس سے ہی کلام کرے اربعین کے واسطے موسم معتدل چاہیے بعض اوقات چلہ میں فتورِ دماغ اور خلل حواس پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اول چلہ شیخ یا خلیفہ کے پاس کرے تاکہ وہ نگرانِ حال رہے اور اپنے حالات کو شیخ سے مخفی نہ رکھے بعض اوہام اور وسواس میں اس کو لذت معلوم ہوتی ہے اور ان کو الہام سمجھتا ہے آخر کار وہ اس کی خرابی کا باعث ہوتا ہے پس نیکی بدی معلومات کی شیخ کی تصدیق کے موافق سمجھے، مراقی اور تبخیری مزاج والوں کو اور جن کو قبض عادی ہو یا جو کثرتِ نشست سے عاجز ہوں، چلہ کی اجازت نہ دینی چاہیے مگر بعد اصلاح طبیعت کے بقدر برداشت طبع کے ایام چلہ میں غذا ایسی

کھانی چاہیئے جو قلیل المقدار ہو کثیر الغذا زود ہضم جید الکیموس ہو جیسا کہ تھولی[1] یا دلیہ گندم بریاں یا شیر گاؤ رفع یبوست کے واسطے شیر گاؤ عمدہ چیز ہے اور کسل[2] طبیعت کے دفع کرنے کو چائے خوب تر یا کافی۔ اکثر اوقات چلہ میں مشائخ کو کشف اور الہام و خوارق معلوم ہو جاتے ہیں مگر ان کا حاصل ہونا شرط اور ضروری نہیں ہے اور نہ مقصود بلکہ مشائخ نے اس قسم کو موجب غرور اور باعث ضلال قرار دیا ہے، اور مقصود اصلی قوت یقین اور اطمینان قلب اور ملکۂ دوام ذکر و فکر اور لذت پانا نماز میں اور دعا میں ہے یہ خلاصہ ہے عبارت عوارف المعارف کا اور حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض عرفا کاملین سے نقل کیا ہے، نفحات الانس میں ہے اجل الکرامات واعظمها التلذذ بالطاعات فی الخلوات والجلوات پس سالک کو لازم ہے کہ اربعین میں ان امور کا قصد کرے نہ غیر ان کے کا اور جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ نعمت عطا فرماوے تو غنیمت سمجھے اور قلیل کو کثیر جانے اور شیخ کے کمالات کا معترف ہو جن کے صدقے سے اس کا مُردہ دل زندہ ہُوا اور ہر دم اعجاز مسیحائی کا ملاحظہ کیا اور بعد اربعین کے ایک وقت خلوت کا مقرر رکھے اور استقلال کے ساتھ عبادات کو حضوری سے ادا کرے یہاں تک کہ عبادات عادات ہو جاویں اور تعلق دائمی ذات پاک عز اسمہ کے ساتھ ملکہ راسخہ ہو جاوے یہی ہے غایت اور غرض سلوک کی اور اس ملکہ راسخہ کو اصطلاح صوفیہ میں نسبت نام رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے قول الجمیل میں اس کے کئی

---

[1] جو دلیہ گندم باریک متساوی الاجزا سوجی سے ذرا موٹا ہو اس کو تھولی کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

[2] اغذیہ ثقیلہ اور کسل دفع کرنے کو طریقہ معمولہ مجربہ اپنے طریقہ کا یہ ہے کہ ایک سبوچہ پانی پر آیۃ الکرسی اور چار قل پڑھ کر دم کرے اور اس پانی سے ایسی جگہ غسل کرے کہ نیچے پیروں میں نہ آوے اور ہر بار پانی بدن پر ڈالنے کے ساتھ ایک ایک قل کو تین تین بار پڑھے کہ چار بار پانی ڈالنے میں چاروں قل ہو جاویں پھر دوگانہ تحیۃ الوضو گزارے اور تیسرا شریفہ پڑھ کر دعا مانگے۔ ۱۲ منہ

اقسام بیان فرمائے ہیں۔ نسبت محبت اور نسبت کسرِ نفس اور نسبت مشاہدہ وغیرہ جامع الاوراق نے بعض اہل مزارات اور نیز بعض بزرگانِ موجودہ کے نسبت میں غور کیا ہے تو اس میں بہت ہی تعدد معلوم ہوا ہے، اکثر حضرات کی نسبتیں جدی جدی ہوتی ہیں اور بعض کی قریب قریب کسی قدر تفاوت سے اور یکساں بہت کم علی الخصوص حضرت مرشدنا المعظم کی نسبت نہایت عجیب و غریب بے مثل و بے بدل معلوم ہوئی۔ یہ آپ ہی کا خاصہ تھا کہ ناقابل اور غیر مستعد کو قابلیت اور استعداد بخش کر ایک دم میں مقاماتِ عالیہ تک پہنچا دیتے تھے هذا ما تحقق عندی و الله اعلم بحقیقة الحال۔

طریقہ معلوم کرنے نسبت کا یہ ہے کہ جس کی نسبت معلوم کرنی منظور ہو اگر وہ زندہ ہے تو اس کے رُوبرو بیٹھ کر اور جو مُردہ ہے تو اس کے مزار کے رُوبرو بیٹھ کر اپنے قلب کو خطرات سے خالی کر کے اس کے قلب کے سامنے کرے اور دیکھے کہ کیا کیفیت اس طرف سے آتی ہے جو کچھ اس طرف سے آوے وہی نسبت اس کی ہے جس وقت اپنے قلب میں صفائی زیادہ ہوتی ہے تو رُوبرو ہونا بھی کچھ ضرور نہیں ہے دُور ہی سے تصور کر سکتے ہیں جس وقت کہ سالک کو ملکۂ تامہ نسبت کا حاصل ہو گیا اور اپنے عقائد و اعمال میں اہل سنت والجماعت کے موافق الیسا مستحکم اور مستقل ہو کہ تشکیک مشکک سے لغزش نہ کھاوے بلکہ لا یخافون لومة لائم کا مصداق ہو طریقہ متصلہ اور اورادِ مسنونہ پر مواظبت رکھتا ہو تقویٰ شعار اخلاص آثار متبع سنت و پرہیزگار ہو زاهد عن الدنیا راغب فی الآخرة امر بالمعروف وناهی عن المنکر صاحب وقار نہ ہرجائی بے اعتبار شیخ کے ساتھ رابطہ مستحکم رکھتا ہو اور اس قدر علم بھی رکھتا ہو کہ معمولی مسائل ضبط ہوں، صوم و صلوٰۃ وغیرہ کی صحت و فساد سے آگاہ اور دیگر مسائل واردہ میں علماء کی طرف رجوع رکھے یا خود عالم ہو تو خوب تر ہے۔ اس وقت ممکن ہے کہ اس کو خرقہ اور اجازت عطا کی جاوے اور جس کو یہ سعادتِ عظمیٰ عطا ہوئی اب اس کو لازم ہے کہ زبانی اجازت کے بھروسہ پر نہ رہے۔

بلکہ اکتساب نورِ باطنی اور ریاضتِ جسمی میں کمال مستعدی سے سرگرم اور اللہ تعالیٰ سے خائف اور دعی رہے مبادا کہ غفلت اور بے اعتنائی کے باعث یہ دولت چھن جائے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ اور ایسا پست ہمت بھی نہ ہو کہ ادنیٰ فترت حال میں بالکل نا اُمید ہو کر چھوڑ بیٹھے۔ بیت

کارکن کار بگذر از گفتار   کاندرین راہ کار دارد کار

بعض موقع ایسا بھی ہُوا ہے کہ کسی شخص کو بیعت ہوتے ہی حضرت مرشدنا المعظم نے زیادہ تر نظرِ شفقت و محبّت سے دیکھا اور اپنی قوتِ جاذبہ سے کھینچا تو یک لخت اس کے حالات عالی ہو گئے اور ملکہ حضوری اور یادداشت کا اور استقامت طاعات اور مجاہدات پر مثل بڑے مشائخ کے حاصل ہو گئے اور ان کو کسی مصلحت سے اجازت بھی دے دی مگر بباعث غیر مستقلہ ہوئے ان کی نسبت کے وہ شخص مستحق اجازت کے نہ تھے اب اُن کے حالات میں اگر کمی آوے تو لازم ہے کہ سعی بلیغ کریں تاکہ ان کا حال مثل سابق کے رہے، جب شیخ نے اس کے قلب میں چراغ ہدایت کا روشن کر دیا تو لازم ہے کہ ریاضت کی بتّی اور تقوے کے تیل میں کمی نہ کرے اور بادِ غفلت سے محفوظ رکھے مبادا بجھ کر بے نور ہو جاوے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ۔

باب فی اوراد اللّیل و النّھار

جان اے عزیز پر تمیز کہ معمول اس خاندان تقویٰ بنیان کا یہ ہے کہ دن رات میں علاوہ نماز پنجگانہ کے تہجد اور اشراق اور چاشت اور دیگر نوافل اور اورادِ معینہ وقتیہ ادا کرتے ہیں ترکیب اُسکی یہ ہے کہ آخر شب میں بیدار ہو کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ[۱] الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاَقَالَ فِیْنَا

---

[۱] الحمد للہ الذی احیانی بعد ما اماتنی والیہ النشور پڑھے تو بہت اچھا ہے۔ ۱۲

الرُّوحَ پڑھے اور سمجھے کہ جس طرح میں اس وقت خواب سے بیدار ہُوا ہُوں اسی طرح حشر کو
مردگان اپنی قبروں سے اُٹھیں گے پھر جس وقت آسمان کی طرف دیکھے تو رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا
بَاطِلًا الیٰ اٰخر السورہ۔ اور دیگر ادعیہ ماثورہ پڑھے پھر بعد استنجا اور وضو کے دوازدہ رکعت
صلوٰۃ اللیل یا کم از کم چار رکعت بہ نیت سنّتِ موکّدہ پڑھے اور بموجب قاعدہ سنّت کے اوّل دوگانہ
میں قرأۃ خفیف پڑھے پھر طول قنوت یعنی درازی قرأۃ کی اختیار کرے جو حافظ قرآن ہے تو پانچ چار
یا دو تین پارہ قرآن شریف کے حسب طاقت بطور ترتیل کے تہجّد میں پڑھے ورنہ کوئی بڑی سورۃ جو یاد
ہو مثل یٰسٓ و قٓ و الرحمٰن وغیرہ کے پڑھے ورنہ ہر رکعت میں سورۂ اخلاص کو تین تین یا سات
سات یا اکیس اکیس بار یا زیادہ اس سے حسب طاقت و ذوق وقت کے مقرر کرے۔ حضرت فرماتے
تھے کہ ہم بعض اوقات یکصد بلکہ دوصد بار ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں۔ بعد اس کے (تین وتر
اور دو نفلیں پڑھ کر) دُعا مانگیں اور اسباقِ معمولہ جو سابق میں مذکور ہوئے ان کو پڑھے بعد فراغ
کے وقتِ صبح دُعا ترقیِ حالات وغیرہ کے لیے کرے اور مناجات حسبِ حال پڑھے اور استغفار[1] طریقہ
کا یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ معنی یہ ہیں کہ
میں بخشش چاہتا ہُوں اس اللہ تعالیٰ سے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ زندہ ہے، قائم
رہنے والا ہے اور میں اس کے آگے توبہ کرتا ہُوں۔ یکہزار یا پانصد بار پڑھے اور گناہوں کو پیشِ نظر کر کے
اللہ تعالیٰ حَیّ قَیُّوم سے بخشش چاہے منجملہ معصیات کے اُس رات میں اگر کوئی مقامِ جدید طے نہیں
کیا تو اس عبادت سے بھی استغفار کرے کہ لائق اس معبود کے نہیں ہے ف حضرت پیرانِ پیر غوثِ
اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مستحب ہے یہ کہ نہ سووے یہاں تک کہ
تین سو آیتیں پڑھے تاکہ زمرۂ عابدین میں داخل ہو اور غافلین میں نہ لکھا جاوے تو سورۂ فرقان اور

---

[1] ہکذا فی غنیہ صفحہ ۷۸۹۔ ۱۲ منہ

شعرا پڑھے۔ ان دونوں میں تین سو آیتیں ہیں اور جو یہ یاد نہ ہوں تو سورۂ واقعہ اور نون اور الحاقہ اور سال سائل اور مدثر پڑھے۔ اگر یہ بھی یاد نہ ہوں تو سورۂ طارق سے آخر قرآن تک پڑھے۔ اس میں تین سو آیتیں ہیں اور جو ہزار آیتیں پڑھے تو بہت عمدہ ہے۔ بڑے اجر والوں اور عابدوں میں لکھا جاوے گا۔ سورۂ ملک سے آخر قرآن تک ہزار آیتیں ہیں اور جو یاد نہ ہوں تو قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کو دو سو پچاس بار پڑھے یہ ہزار آیتیں ہوئیں اور نیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مناسب ہے ہر شب میں چار سورتوں کو نہ چھوڑے الٓمٓ سجدہ یٰسٓ حٰمٓ الدخان تبارک اور جو زمر اور واقعہ بھی پڑھے تو افضل ہے۔ انتہی از غنیۃ صفحہ ۸۶۔

تنبیہ حضرت پیران پیر علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ صبح کی نماز کے قریب کسی قدر استراحت کرے اور لیٹ جائے تاکہ ریا سے دُور ہو اور علت یہ بیان فرمائی کہ تہجّد گزاروں کے چہرے پر کسی قدر زردی اور خوبصورتی عیاں ہو جاتی ہے جس سے ریا کا خوف ہے اس وقت کی نوم خفیف سے وہ حالت مرتفع ہو جائے گی اور ریا کا اندیشہ نہ ہوگا لیکن حضرت قطب الوقت مرشدنا المعظم سے اس بارے میں کچھ نہیں سُنا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ نماز صبح میں تلاوت زیادہ پڑھنی چاہیے بعد نماز صبح کے، اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ سات بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ دس بار پڑھکر سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ بار پڑھے۔ اس کو تسبیح فاطمہ بھی کہتے ہیں۔ ہر پنج نماز کے بعد اور بوقت خواب بھی اس کو پڑھنا چاہیئے۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اسی طرح تعلیم فرمائی ہے پھر حسب دستور دُعا با حضور کرے۔ حضرت قطب الوقت مرشدنا المعظم اکثر خاص مُریدوں کو تعلیم فرماتے تھے کہ بعد نماز صبح کے رو بقبلہ دو زانو بیٹھا ہوا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ایک صد بار پڑھے اور سر انگشت شہادت سے وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ کان سے کان تک ایک سطر

اوراس کے نیچے یَا اَللّٰہ ابرو سے ابرو تک ایک سطر لکھے بعدہ یا بدوح[له] گیارہ بار پڑھے اور یا عزیز یکصد[۱۰۰] ایک بار یہ وظیفہ نصرت علی الاعدا اور تسخیرِ قلوب کے واسطے فائدہ مند پایا گیا ہے بعدہٗ تلاوت قرآن یا مراقبہ یا استغفار تا اشراق پڑھتا رہے جس وقت سُورج ایک نیزہ چڑھے اس وقت چار رکعت بدو سلام نفلیں اشراق کی پڑھے۔ اول رکعت میں بعد فاتحہ کے آیۃ الکرسی ایک بار دوسری میں اخلاص ایک بار تیسری میں فلق چوتھی میں والناس ایک ایک بار بعد فراغت دُعا مانگ کر حوائج ضروری میں مصروف ہو۔ ایک پہر دن چڑھنے کے بعد دوپہر شرعی سے پیشتر چاشت کا وقت ہے، اس وقت میں کم از کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت پڑھے چار رکعت میں والشمس واللیل والضحیٰ الم نشرح ایک ایک بار پڑھے باقی میں مختار ہے بعد فراغ کے روبرو بقبلہ بیٹھا ہُوا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ایک سو گیارہ بار معہ درود شریف اوّل وآخر گیارہ گیارہ بار کے پڑھے اوراس کے معنی کا تصور کرے دُنیا کے حسنہ سے مراد اتباع شریعت اور محبت شیخ اور توفیق سلوک طریقت ہے اور آخرت کے حسنہ سے مراد حشر با اولیا و انبیار و صدیقین و صلحا اور ثقل میزان اور تخفیف حساب اور دخولِ جنّت اور نجات از نار اور حصولِ شفاعت اور لذّتِ دیدار و رضا وغیرہ سمجھے۔ دوپہر کو کسی قدر قیلولہ کر کے ظہر کی نماز باجماعت عُمدہ وقت میں پڑھے پچھلی دو نفلیں جو عوام بیٹھ کر پڑھتے ہیں کھڑا ہو کر چار رکعت بیک سلام پڑھے قبل از عصر چار رکعت نفل پڑھے اول رکعت میں بعد فاتحہ کے سورۃ تکاثر چار بار دوسری میں تین بار تیسری میں دو بار چوتھی میں ایک بار پڑھے پھر تسبیح فاطمہ و دُعا سے فارغ ہو کر ایک سو اکیس[۱۲۱] بار آیہ کریمہ یُحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ معہ درود شریف اوّل وآخر گیارہ گیارہ بار کے پڑھے اور شیخ کی صورت کا تصور باادب بسیار کرے اور سمجھے کہ مجھ کو نہایت

[له] بدوح کے معنی سریانی زبان میں یا اللہ ہے ۱۲ منہ

درجہ کی محبت اور عشق اپنے شیخ کے ساتھ ہے اور اُن کی محبت کے ساتھ دریائے عشقِ الٰہی قلب میں موجزن ہے بعد نماز مغرب کے چھ رکعت صَلوٰۃُ الْاَوَّابِیْن اور دو رکعت تحفہ رسولیہ اسطرح پڑھے اول دوگانہ کی رکعتِ اولیٰ میں بعد فاتحہ کے آیۃ الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص چھ بار اور دوسری رکعت میں معوذتین تین تین بار پڑھے اور دوسرے دوگانہ کے رکعتِ اولیٰ میں سورۂ کافرون چار بار اور اس کی دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تین بار پھر تیسرے دوگانہ کی رکعتِ اولیٰ میں سورۂ نصر تین بار اور دوسری میں سورۂ اخلاص تین بار پڑھے صَلوٰۃُ الْاَوَّابِیْن تو ختم ہوگئی اب تحفہ رسولیہ بھی پڑھ لو۔ دو رکعت کی تحریمہ باندھ کر رکعتِ اولیٰ میں وَالضُّحیٰ ایک بار اور دوسری میں الم نَشرح ایک بار پڑھ کر ختم کرو اور اس کا ثواب حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ پُرفتوح کو اور آپ کی اُمت کو پہنچا دیا کرو اور علی الخصوص بروز پنجشنبہ علاوہ ان دونوں کے اور دو رکعتوں میں سورۂ زلزال پندرہ پندرہ بار پڑھنا چاہیے (اس کو بھی تحفہ رسولیہ کہتے ہیں) عشا سے پہلے چار رکعت نفل اور عشا کی سنتوں کے بعد چار نفلیں پڑھنی چاہئیں اور وتر کو تہجد کے ساتھ پڑھنے کے واسطے چھوڑ دے بعد فراغت کے شجرہ پڑھ کر درود شریف طریقہ کا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ ایک ہزار بار یا زیادہ اور کم از کم پانصد بار با وضو پڑھے اور تصوّر اس طرح کرے اوّل آنکھیں بند کرے پھر خیال کرے کہ مدینہ منورہ میں مقابل روضہ مطہرہ کے بیٹھا ہُوا ہے اور حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بشکلِ نورانی تختِ نُور پر جلوہ افروز ہیں اور گردا گرد روضہ مطہرہ کے جملہ پیرانِ طریقت بیٹھے ہوئے درُود شریف پڑھ رہے ہیں اور آپ بھی متصل حضرت شیخ طریقت کے سرنگوں نہایت آداب اور غایت اشتیاق کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہے جس وقت کہتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ تو فوراً یہ الفاظ ایک شکلِ نورانی پکڑتے ہیں اور بواسطہ ملائکہ کے یا بلا واسطہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچتے ہیں اور آپ کی خوشنودی کا نور سالک تک پہنچتا ہے اور قلب پر پڑتا ہے اور اسی طرح جملہ مشائخ کے درود کا نور حضرت تک جاتا ہے اور حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ فیض آتا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ کے انوارِ رحمت بے شمار آسمان سے حضرت پر مثل بارش کے برستے ہیں عجیب کیفیت ہورہی ہے زمین سے آسمان تک نورٌ علیٰ نور ہو رہا ہے اور جس وقت کہتا ہے وَاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ تو بمجرد اس کلمہ کے تمام رُوئے زمین میں جس جس جگہ آپ کی آلِ پاک عالمِ حیات میں ہیں یا وفات پاچکے ہیں سب پر انوارِ رحمت نازل ہو رہے ہیں الغرض شش جہات میں نور ہی نور معلوم ہوتا ہے اس قدر اعمال شب و روز میں ہمیشہ ہر ایک سالک طریقت رحیمیہ غفوریہ کو ادا کرنے ضرور چاہئیں اور علاوہ ان کے دیگر اعمالِ معمولی جن کی اجازت ہو ادا کرے ۔

فصل فی باقی الاعمال المعمولۃ فی ہٰذہٖ السلسلۃ

جان اے عزیز پُر تمیز کہ زکوٰۃ اسمارِ حسنیٰ نودونام کی معمول اس طریقہ کا ہے ترکیب اس کی یہ ہے کہ ایک اسم اسمارِ حسنیٰ سے مثلاً یا اللہ روزمرّہ دس ہزار بار یا بیس ہزار بار یا پچاس ہزار بار، یا زیادہ یا کم اس سے جس قدر مناسب جانیں روزمرّہ کوئی وقت مقرر کرکے پڑھیں اور دوامر جملہ وظائف میں ملحوظ رہیں ایک یہ کہ اثنارِ وظیفہ میں توجہ الی الغیر اور کلام وغیرہ نہ کریں اور جو کسی ضرورت سے ایسا اتفاق ہو تو وظیفہ اس وقت ختم کردیں پھر کارِ ضروری سے فارغ ہو کر باقی وظیفہ بتوجہ تام و تصورِ مخصوصہ ادا کریں ۔ دوم یہ کہ قلب کو جملہ خطرات سے خالی کرکے اس لفظ کے معنی میں ایسا فکر کریں کہ ایک قسم کی محویت اس میں حاصل ہو مثلاً وقت پڑھنے یا اللہ کے اس طرح تصور کرے کہ میرا مدعو میرا وہ ہے جس میں سب خوبیاں پائی جاتی ہیں موجود ہے اور سمیع و بصیر و علیم و قدیر و مرید و متکلم پھر ان صفات کے تصور میں غایت درجہ کی وسعت قوتِ مدرکہ کو پہنچاوے حتیٰ کہ محویت پیش آوے جس وقت اس کی زکوٰۃ پوری ہوجاوے تو رحمٰن کو شروع کرے اور اس کا تصور بھی اسی طرح کرے کہ اس کی رحمانیت کا ظہور ازل سے ابد تک ایجادِ عالم اور تخلیق آدم میں پھر اس کی اولاد کا سلسلہ جاری رکھنے میں اور اقسام اقسام کی اشیار خوردنی و

پوشیدنی و دیگر مایحتاج کے مہیا کرنے میں علی الخصوص ارسال خاتم النبیین و توفیق ایمان و اعمال صالحہ وغیرہ وغیرہ میں کس قوت کے ساتھ اس کی رحمانیت کا ظہور کالشمس فی نصف النہار ہو رہا ہے پھر جب اس کی زکوٰۃ بھی تمام ہو جاوے تو اسی طرح یا رحیم اور یا ملک تا آخر اسمائے حسنیٰ ایک کے بعد ایک کی زکوٰۃ دیا جاوے اور ہر ایک اسم کے پڑھنے میں اس کے معنی کا تصور بطرز مذکور کرتا جاوے اور جس اسم کی زکوٰۃ ادا ہو چکی اس کا بقدر ایک تسبیح کے وظیفہ معمول رکھے چھوڑے نہیں اور بعد تمام ہونے جملہ اسماء کے قصیدہ اسماء حسنیٰ کا جو عربی میں ہے یا جو مولانا و اولانا خلیفہ اول حضرت مولوی امیر باز خاں صاحب نے فارسی میں تالیف کیا ہے روزمرہ ایک بار یا چند بار پڑھا کرے واسطے آسانی کے اسماء حسنیٰ معہ ترجمہ کے درج کرتا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰہُ	اَلرَّحْمٰنُ	اَلرَّحِیْمُ	اَلْمَلِکُ	اَلْقُدُّوْسُ
سب خوبیوں والا	بخشش کرنیوالا	مہربان	بادشاہ	پاک
اَلسَّلَامُ	اَلْمُؤْمِنُ	اَلْمُهَیْمِنُ	اَلْعَزِیْزُ	اَلْجَبَّارُ
سلامتی والا	امن دینے والا	نگہبان	غالب	ٹوٹے ہوئے کو باندھنے والا
اَلْمُتَکَبِّرُ	اَلْخَالِقُ	اَلْبَارِئُ	اَلْمُصَوِّرُ	اَلْغَفَّارُ
تکبر والا	پیدا کرنے والا	پیدا کرنے والا	صورت بنانیوالا	بخشنے والا
اَلْقَهَّارُ	اَلْوَهَّابُ	اَلرَّزَّاقُ	اَلْفَتَّاحُ	اَلْعَلِیْمُ
قہر کرنے والا	بخشش کرنیوالا	رزق دینے والا	کھولنے والا	جاننے والا
اَلْقَابِضُ	اَلْبَاسِطُ	اَلْخَافِضُ	اَلرَّافِعُ	اَلْمُعِزُّ
بند کرنے والا	کھولنے والا	نیچا کرنے والا	اونچا کرنے والا	عزت دینے والا

اَلْمُذِلُّ	اَلسَّمِیْعُ	اَلْبَصِیْرُ	اَلْحَکَمُ	اَلْعَدْلُ
ذلّت دینے والا	سننے والا	دیکھنے والا	فیصلہ کرنیوالا	منصف
اَللَّطِیْفُ	اَلْخَبِیْرُ	اَلْحَلِیْمُ	اَلْعَظِیْمُ	اَلْغَفُوْرُ
مہربان پاکیزہ	خبردار	بُردبار	بڑا	بخشش والا
اَلشَّکُوْرُ	اَلْعَلِیُّ	اَلْکَبِیْرُ	اَلْحَفِیْظُ	اَلْمُقِیْتُ
احسان کرنیوالا	اُونچا	بڑا	نگہبان	نگہبان
اَلْحَسِیْبُ	اَلْجَلِیْلُ	اَلْکَرِیْمُ	اَلرَّقِیْبُ	اَلْمُجِیْبُ
کفایت کرنیوالا	بزرگ	سخی	نگہبان	قبول کرنیوالا
اَلْوَاسِعُ	اَلْحَکِیْمُ	اَلْوَدُوْدُ	اَلْمَجِیْدُ	اَلْبَاعِثُ
وسعت والا	حکمت والا	دوست	بزرگی والا	سبب پیدا کرنیوالا
اَلشَّہِیْدُ	اَلْحَقُّ	اَلْوَکِیْلُ	اَلْقَوِیُّ	اَلْمَتِیْنُ
حاضر	ثابت	ذمّہ دار	قوّت والا	بزرگ
اَلْوَلِیُّ	اَلْحَمِیْدُ	اَلْمُحْصِی	اَلْمُبْدِئُ	اَلْمُعِیْدُ
نزدیک	سراہا گیا	گھیرنے والا	(سب سے پہلے) پیدا کرنیوالا	لوٹانے والا
اَلْمُحْیِی	اَلْمُمِیْتُ	اَلْحَیُّ	اَلْقَیُّوْمُ	اَلْوَاجِدُ
زندہ کرنے والا	مارنے والا	زندہ	قائم رہنے والا	پانے والا
اَلْمَاجِدُ	اَلْوَاحِدُ	اَلْاَحَدُ	اَلصَّمَدُ	اَلْقَادِرُ
بزرگ	ایک	یکتا	بے نیاز	قدرت والا
اَلْمُقْتَدِرُ	اَلْمُقَدِّمُ	اَلْمُؤَخِّرُ	اَلْاَوَّلُ	اَلْاٰخِرُ
صاحب قدرت	آگے کرنیوالا	پیچھے کرنیوالا	پہلا	پچھلا

اَلظَّاھِرُ	اَلْبَاطِنُ	اَلْوَالِیُ	اَلْمُتَعَالِی	اَلْبَرُّ
ظاہر	پوشیدہ	صاحب	بزرگ	نیک سلوک والا
اَلتَّوَّابُ	اَلْمُنْتَقِمُ	اَلْعَفُوُّ	اَلرَّؤُفُ	مَالِكُ الْمُلْكِ
توبہ قبول کرنیوالا	بدلہ لینے والا	معاف کرنیوالا	مہربان	مالک ملک کا
ذُوالْجَلَالِ	وَالْاِکْرَامِ	اَلْمُقْسِطُ	اَلْجَامِعُ	اَلْغَنِیُّ
بڑائی والا	اور بزرگی والا	انصاف کرنیوالا	جمع کرنیوالا	بے پروا
اَلْمُغْنِیْ	اَلْمَانِعُ	اَلضَّارُّ	اَلنَّافِعُ	اَلنُّوْرُ
غنی کرنے والا	منع کرنیوالا	ضرر پہنچانے والا	نفع پہنچانیوالا	نور
اَلْھَادِیْ	اَلْبَدِیْعُ	اَلْبَاقِیْ	اَلْوَارِثُ	اَلرَّشِیْدُ
راہ بتانے والا	(عدم محض سے) پیدا کرنے والا	باقی	وارث	ہدایت والا

اَلصَّبُوْرُ

بہت صبر کرنیوالا

یا اللہ کی زکوٰۃ تحریری بھی دیتے ہیں ترکیب اس کی یہ ہے کہ باوضو روبقبلہ بیٹھے اور روضہ مطہرہ کا تصور کرکے لکھنا شروع کرے روزمرہ ایک ہزار یا پانصد بار یا کم جس قدر اپنا مقدور دیکھے روزمرہ لکھا کرے درمیان میں قضا نہ کرے یہاں تک کہ سوا لاکھ پورے ہو جاویں ہر قسم کی امراض کے واسطے سات عدد یا کم و بیش ان میں سے لے کر بطور تعویذ بندھواتے ہیں اور تین عدد پانی میں دھو کر روزمرہ پلاتے ہیں نہایت فائدہ مند ہوتا ہے۔

ترکیب زکوٰۃ بسم اللہ

کی یہ ہے کہ روزمرہ باوضو بارہ ہزار بار پڑھے اور ہر ہزار پر دوگانہ نفل ادا کرے اور اسمار

ثلاثہ کا تصور مذکور کرے بعد تمام ہونے کے محبت الٰہی اور غنا عن الخلق وغیرہ کی یا جو کچھ مناسب جانے دُعا کرے۔ گیارہ روز میں سوا لاکھ پورا ہو جاتا ہے بعدہ ترتیب روزمرہ پڑھا کرے اس طرح کہ بعد عشاء کے بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ساتسو ستاسی بار کہ اعداد بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم کے ہیں۔ برہنہ سر رو بقبلہ کھڑا ہو کر پڑھے بعدہ ہزار بار یا رب پڑھے پھر دو رکعت نفل پڑھے جس میں قل یا اور قل ھو اللہ ایک ایک بار ہو بعدہ کھڑا ہو کر یا رب یا رب دو صد بار بعدہ دو رکعت جس میں قل یا اور قل ھو اللہ احد پڑھے پھر حزب انت الھادی ہزار بار یا صد بار بالجہر کرے پھر دُعا مانگے اور اس وظیفہ میں اوّل سے آخر تک سر برہنہ ہونا چاہیے روزمرّہ یا ہفتہ وار یا ہر ماہ میں صلوٰۃ التسبیح پڑھا کریں ترکیب اس کی مشہور ہے۔

صلوٰۃ الحاجت

کبھی کبھی علی الخصوص بوقت پیش آنے کسی حاجت کے صلوٰۃ الحاجت پڑھیں۔ ترکیب اس کی چار رکعت بیک سلام ادا کرے اوّل رکعت میں بعد فاتحہ اور ضم سورہ کے آیۂ کریمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ سو بار اور دوسری رکعت میں رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۚ سو بار اور تیسری میں وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۚ سو بار اور چوتھی میں قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ۚ سو بار اور بعد سلام پھیرنے کے رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ سو بار پڑھے

وظیفہ آیۂ کریمہ

اکثر مریدوں کو قضائے حاجت کے واسطے حضرت مرشدنا المعظم آیۂ کریمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ کا پڑھنا تعلیم فرماتے تھے اس طرح کہ بعد عشاء کے رو بقبلہ جائے پاک تاریک میں پانی آگے رکھ کر تین سو ساٹھ بار آیۂ کریمہ مذکورہ کو پڑھے اور تھوڑے تھوڑے عرصہ میں

وظیفہ قضاء حاجت وادارِ دین

اُس پانی سے ہاتھ تر کر کے مُنہ پر پھیرتا جاوے اوّل وآخر میں درود شریف اکتالیس اکتالیس بار یا یکصد ویک بار چالیس روز تک انشاءاللہ تعالیٰ مدعا حاصل ہوگا۔ ایک وظیفہ اور جگہ سے اس خاکسار کو پہنچا کہ قضاء حاجت اور ادارِ دیون کے واسطے بہت سریع التاثیر پایا گیا اپنے برادرانِ طریقت کو فائدہ پہنچانے کے واسطے اس کو بھی درج کرتا ہوں۔ نوچندی جمعرات کو غسل کریں اور پارچہ جدید غسیل پہنیں اور خوشبو لگا کر بعد عشاء کے ایک سو اکتالیس بار پڑھے یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ وَ یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ وَیَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ وَیَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ وَیَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ تَوَکَّلْتُ عَلَیْکَ یَا رَبِّیْ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ یَا رَزَّاقُ یَا فَتَّاحُ یَا عَفُوُّ یَا غَنِیُّ یَا مُغْنِیْ یَا بَاسِطُ اول وآخر میں درود شریف اکتالیس اکتالیس بار پڑھے پھر ہمیشہ کو یہ وظیفہ جاری رکھے۔

ختمِ توحید یعنی ختمِ خواجگان

کے پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ ترکیب اس کی بموجب ارشاد حضرت مرشدنا المعظم کے یہ ہے۔ اوّل درود شریف گیارہ بار پڑھے۔ بعدہٗ سورۂ فاتحہ سات بار درود شریف دوبارہ ایک سو بار سورۂ الم نشرح ایک سو بار یہ سب معہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے ہر بار میں پڑھے بعدہ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا مالک یا قدوس یا سلام یا عزیز یا فتاح یا لطیف ہر یک کی ایک تسبیح ہر تسبیح میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک بار بعدہ سورہ اخلاص بابسم اللہ گیارہ سو بار سورۂ فاتحہ سات بار درود شریف گیارہ بار پڑھے اور شجرہ شریفہ پڑھ کر جملہ مشائخ طریقہ کی ارواحِ پاک کو ثواب پہنچاوے اور فیض حاصل کرے اور ختم خود پڑھے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و درود شریف گیارہ بار اخلاص سو بار اسم ذات مذکورہ ایک ایک تسبیح شجرہ و تصور بدستور، ایصالِ ثواب کے واسطے اگر یہ شجرہ پڑھا جاوے تو مناسب ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اے خدا اے مالکِ ارض و سما
میں ترا بندہ ہُوں تو میرا خُدا

بندہ ہُوں میں کمترینِ بندگان
تیرے بندوں کی صفت مُجھ میں کہاں

بندگی تیری نہ مجھ سے کچھ ہُوئی
جو ہُوئی تو تیرے لائق کب وہ تھی

ختم کرکے ختم اب باصد نیاز
عرض کرتا ہُوں بصد عجز و نیاز

میری بدکاری پہ مت کر تُو نظر
کر پذیرا ختم کو اور رد نہ کر

ختم کو میرے پذیرا کر خُدا
کر بزرگوں کو ثواب اس کا عطا

جو کہ تیرے حامد و محمُود ہیں
ساری خلقت سے وہی مقصود ہیں

سارے ولیوں کے وُہی سرکار ہیں
سارے نبیوں کے وُہی سردار ہیں

حشر میں شافعِ گنہگاروں کے ہیں
اور تسلّی دہ طلب گاروں کے ہیں

حضرتِ خیر الورٰی عالی جناب
سیّدِ کونین کو پہنچے ثواب

شاہِ مردانِ علیؓ مُرتضٰے
اور حسن بصری ولیؒ مقتدٰی

اور حبیبِ اعجمی اہلِ ھُدٰے
حضرتِ داؤد طائی رہنما

حضرتِ معروف کرخیؒ ولی
سرّی و سقطی و زاھد متّقی

اور جُنیدِ پیشوائے اولیاء
حضرتِ شبلی امامِ اصفیا

عبدِ واحد صاحبِ وحدت تمام
بُو الفرح طرطوسیؒ عالی مقام

بُوالحسن اور بُوسعیدِ نیک ذات
غوثِ اعظم قطبِ حق والا صفات

حضرتِ محبوبِ حق عبد الرزاق
نورِ عینِ غوثِ حق بالاتفاق

اور شرف الدین شریف اولیا　　حضرت عبد الوہاب اہل صفا
اور بہار الدین اور سیّد عقیل　　اور شمس الدین ہدایت کے دلیل
عابد و زاھد گدا رحمٰن کو　　بو الحسن اس صاحب عرفان کو
اور شمس الدین ثانی کو خدا　　دے گدا رحمٰن ثانی کو جزا
از فضیل صاحب فضل و کمال　　فیض سے جن کے ہُوا عالم نہال
شہ کمال و شہ سکندر باصفا　　حضرت احمد مجدّد اولیا
حضرت آدم و حضرت شاہ باز　　شاہ مومن گگروی پاکباز
حضرت صدّیق صاحب قرب حق　　قرب کا لشوانڑ میں دیتے سبق
حضرت حافظ محمّد اہل دیں　　ہادی و مُرشد مطاع کاملین
مرجع اقطاب و اوتاد و امام　　وہ شعیب پاک نیکوں کے امام
قطب عالم کاملوں کے پیشوا　　حضرت عبد الغفور اولیا
دستگیر بےکسان و عاجزان　　رہنمائے گمرہان و عاصیان
صاحب خدمات مخدوم جہاں　　ذو تصرّف باکرامات عیاں
یعنی حضرت مُرشدی عبد الرحیم　　ذو خوارق صاحب فیض عمیم
[1] از طفیل غوث عبد اللہ شاہ　　متقی عالم عزیز بارگاہ
[2] حاجی مولا بخش شیخ بے ریا　　عابد و زاہد ولیّ مقتدا
ان مشائخ کو کریم کارساز　　دے ثواب اس ختم کا باصد نیاز

---

[1] طالبین سلسلہ کے لیے ان دو اشعار کا طباعت چہارم میں اضافہ کیا گیا۔
[2] " " " " پنجم

یا خدا ان سب کو کر مستجاب — سب مشائخ کو تو پہنچا دے ثواب
بعد ایصالِ ثوابِ ارواحِ پاک — خوف ہے مجھ کو گناہوں کا بے باک
ہیں گُنہ میرے بکثرت بے شمار — جس سے ہووے دیکھ کر شیطاں کو عار
پر تری رحمت کا ہُوں امیدوار — از طفیلِ اولیائے با وقار
اپنے ان پاکوں کے صدقہ سے خُدا — عفو کر تقصیر میری اور خطا
کچھ نہ کر میری خطاؤں پر نظر — اپنے بحرِ مرحمت پر کر نظر
زنگ عصیاں کا الٰہی دُور کر — نُور سے سینہ مرا معمور کر
نشۂ وحدت سے کر دے باحضور — رکھ الٰہی غیر کی صورت سے دُور
تیری دُوری سے مرا دل چاک ہے — چاہِ فرقت میں پڑا غمناک ہے
سلسلاتِ دُنیوی میں ہو کے بند — پھنس گیا ہُوں میں تمام اندر کمند
ایسی مجھ میں قوتِ بازو کہاں — لے چلے جو تیرے کوچے تک کشاں
ہاں نسیمِ فیضِ مرشد کو مرے — کر اشارہ تو یہاں سے لے چلے
کیونکہ وہ توحید کے شہباز ہیں — بازوانِ ہمت ان کے باز ہیں
اے الٰہی اے الہی اے اَلٰہ — ہے نہیں تیرے سوا کچھ اور چاہ
تجھ کو تجھ سے چاہتا ہوں اے خدا — تُو ہی بر لا میرے دل کا مدعا

صد دُرود و صد تحیّت و صد سلام
باد بر پیغمبر و آلش تمام

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ بِعَدَدِ
كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

مُنہ پھیرے تو مرید اس سے منقطع نہ ہو جاوے اور چھوڑ نہ دے بلکہ اپنی خطا اور جس سبب سے شیخ غصہ ہوئے ہیں اس کو معلوم کرے اور توبہ و استغفار کرے چہ شیخ کے پاس آ کر عاجزی اور خوشامد کرے اور آئندہ کو اطاعت اور فرمانبرداری کا وعدہ کرے اور اس کو وسیلہ و رواسطہ سمجھے درمیان اپنے اور درمیان خداوند تعالیٰ شانہ کے (قال اللہ تعالیٰ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ) مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وسیلہ سے مُراد شیخ طریقت ہے پس ہمیشہ بتوسل شیخ قربِ الٰہی حاصل کرتا رہے یہاں تک کہ مستقل طور سے ولایت اور قربِ الٰہی حاصل ہو جاوے اور توسل کی ضرورت نہ رہے جو یہاں تک پہنچے تو ایسے پیر اور ایسے مرید دونوں پہ درود بھیجا ہے حضرت پیرانِ پیر علیہ الرحمۃ نے اور فرمایا آپ نے کہ مُرید کے آداب میں سے یہ ہے کہ شیخ کے رُوبرو بلا ضرورت گفتگو نہ کرے اپنی تعریف نہ کرے اپنا مصلّٰی اس کے رُوبرو نہ بچھاوے مگر وقت نماز کے بعد نماز کے فوراً لپیٹ دے شیخ کی خدمت کو تیار رہے اور جو شخص بیعت میں اس سے بلند ہو اس کے مصلّٰی سے اُونچا اپنا مصلّٰی نہ بچھاوے اور نہ اس کے قریب مگر اس کی اجازت سے جو شیخ سے کوئی شخص پوچھے تو آپ خاموش رہے اگرچہ یہ اس کا جواب خُوب تر جانتا ہے۔ اگر شیخ بیان میں کچھ قصور کرے تو اعتراض نہ کرے اور شیخ کے رُوبرو بہت نہ بولے حلقہ کے وقت شعر پڑھنے والے کو یہ تقاضا نہ کرے کہ فلاں شعر پڑھ اس وقت قوم کو شیخ کے تابع رہنا چاہیئے اس کے قصد اور ارادہ پر کسی طرح سبقت نہ کریں انتہی مُلْتَقَطًا مِنَ الْغُنْيَةِ۔ اور صاحب عوارف المعارف نے آداب شیخ میں بہت بڑی فصل لکھی ہے اور بہت باریکیاں آداب شیخ کی اس میں تحریر کی ہیں بخوف طوالت اس کو نہیں لکھا۔ تبرکاً ایک مختصر بات لکھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ کو بخار آتا تھا اور میرے شیخ عیادت کو تشریف لاتے تھے تو مجھ کو اُنکی عظمت اور تعظیم کے باعث عرق آجاتا تھا اور بخار کم ہو جاتا تھا[لہ] ایک روز میں حضرت مرشدنا المعظم کی خدمت

لہ یہاں تک عوارف کا مقولہ ختم ہو گیا۔ ۱۲ منہ

میں گیا تو آپ کو غمگین چشم نمناک پایا موقع پاکر جو میں نے استفسار کیا تو فرمایا کہ ہم روزمرہ مراقبہ کے وقت اپنے کو حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں دوزانو بیٹھا دیکھتے تھے، آج دیکھا کہ چہارزانو بیٹھا ہوں اس واسطے روتا تھا واللہ اعلم کیا سُوء ادب سرزد ہوا ہے جو ایسا دیکھا الغرض مشائخ کے نزدیک آدابِ شیخ بہت بڑا ضروری کار ہے اور اس وقت لوگ اس سے بہت غافل ہیں علی الخصوص مجھ کو ایسے شخصوں سے بڑا تعجب آتا ہے کہ وہ باوجود کسی قسم کی خصوصیت کے اپنے فائدہ کے واسطے پیرومُرشد کا نقصان گوارا رکھتے ہیں حالانکہ اخوان الصفا ہونے کی ادنیٰ بات یہ ہے کہ اپنے نفع پر دوسرے کا نفع مقدم رکھیں چہ جائیکہ پیرومُرشد اللّٰھم وفقنا واحبابنا بحفظ الاٰداب کلھا اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد واٰلہ وعترتہٖ بعدد کل معلوم لك۔

تذنیب

متبعان طریقہ ہذا پر مخفی نہیں ہے کہ حضرت پیرومُرشد رحمۃ اللہ علیہ بدرجہ غایت متبع سنّت اور محترز از بدعت تھے کسی عرس ومحفلِ رقص وسرود شعرخوانی وغیرہ میں شریک نہیں ہوتے تھے اور اپنے خادمان کو اتباعِ شرع کا تقید فرماتے تھے اور بدعات سے منع فرماتے تھے. آپ کی وفات کے بعد حضرت مولانا ومخدومنا مولوی محمد امیر باز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہر سال ایک عرس کیا لیکن مروجہ عرسوں کے برخلاف بدون پابندیٔ کسی معین تاریخ کے ہر سال میں اپنی طرف سے ایک روز مقرر کرکے احباب کو اطلاع دے دیتے تھے سب جمع ہو کر بعد ظہر کے عصر تک دو تین ختم قرآن پاک حضرت کی روح مبارک کو ثواب پہنچا دیتے اور حضرت کے مزار شریف پر جو حضرات زیارت کے واسطے خود جاویں مختار تھے لیکن حضرت مولانا وہاں مجمع نہیں کرتے تھے حلقہ [illegible] جگہ ہوتا تھا آخر وقت تک حضرت مولانا ان امور کے پابند رہے اب عرس شریف کے [illegible]

عبدالخالق صاحب ہیں، میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کے فیضان میں برکت کرے اور جن امور سے ہر دو حضرات نے احتیاط اور احتراز کیا ہے ان کو بھی ویسی ہی توفیق ہو۔ اصل تاریخ وفات غالباً احباب کو یاد نہیں رہی ہوگی، میں یہاں درج کرتا ہوں یعنی اکیس ربیع الاول ۱۳۰۳ھ روز دوشنبہ وقت شب، چنانچہ اخوی مولوی علاؤالدین صاحب نے اشعار ذیل آپ کی تاریخ وفات کے متعلق تحریر کیے ہیں وہوا ہذا قطعہ

شاہ عبدالرحیم حکمت قدس ۱۳۰۳ — حاج حرمین لا مکاں مشتاق ۱۳۰۳

روز دوشنبہ وقت دودہ سیل — اوج او وا گرفت حدس براق

گفت بسمل زفوت آں واصل ۱۳۰۳ — چہ ولی بود شد بر خلاق

اینکہ شش مصرعہ است تاریخی ست ۱۳۰۳ — زانکہ از قید البلغ است اطلاق ۱۳۰۳

اب تک کہ ۱۳۴۰ھ ہے کبھی اس تاریخ پر حضرت کا عرس نہیں ہوا امسال مولوی عبدالخالق صاحب مدفیوضہم نے اس تاریخ پر عرس کرنے کا قصد کیا تھا مگر بیمار ہو گئے نہیں آسکے اور تاریخ گیارہ ربیع الثانی بدل دی شاید بموجب کوشش حضرت مولانا امیر باز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعین تاریخ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے کہ آیندہ یہاں بھی مثل دیگر مزارات کے بدعات مروّج نہ ہو جاویں اور اگر بدون اعتقاد خصوصیت یوم و مکان کے بطور یادگار کے وقت معین پر کوئی خادم کچھ ایصالِ ثواب کرے تو ممنوع نہیں ہے۔ مجموعہ فتاویٰ کی جلد سوم صفحہ ۷۰ پر مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے لکھا ہے۔ و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ در بعض مکاتیب خود تحریر می فرمایند، و تعین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است فقط

قصیدہ أسمائے حسنیٰ

بعد توحیدِ خدا نعتِ محمد مصطفےٰ — ہم ابوبکر و عمر عثمان علیِ مرتضےٰ

در جنابت سائلم اللہ و رحمٰن و رحیم — یا ملکْ قدوس قلبم صاف کن از زنگہا

زنگ عصیان و تغافل بر دلم دارم بسے — یا سلامُ و مؤمنُ سلّم ز عصیان و خطا

یا مہیمنُ یا عزیزُ عسرتم دہ بر عدو — جبر کن نقصانہا جبّار متکبّر مرا

خالقُ یا باریُ ہستی مصوّر بیگمان — عفو کن لغزش مرا غفار ہم مشکل کشا

قہر کن بر ناکس و بدخواہ یا قہّارِ ما — رحم کن وہّابُ و یا رزّاقُ ہر احبابِ ما

بابِ علم و فضل بگشائی مرا فتّاحِ ما — یا علیمُ قابضُ کن قبض بر اعدائے ما

باسطا کن بسط نعمت بر تمام احبابِ ما — خافضُ کن خفض رتبہ مر ہمہ بدخواہِ ما

ہر مقاماتِ ولایت عالیہ رافعُ معز — کن عنایت یا مذلُ ہم رذائل کن فنا

یا سمیعُ یا بصیرُ و یا حکمْ عدل و لطیف — یا خبیرُ یا حلیمُ کن روا حاجاتِ ما

یا عظیمُ یا غفورُ دور کن اہوائے نفس — یا شکورُ یا علیُّ شکر و نعمت دہ مرا

یا کبیرُ یا حفیظُ یا مقیتُ یا حسیبُ — یا جلیلُ و یا کریمُ ایمان حقیقی کن عطا

یا رقیبُ یا مجیبُ دعوتم سازی قبول — از برائے معرفت یا واسعُ صدرم کشا

یا حکیمُ یا ودودُ یا مجیدُ باعِثُ — یا شہیدُ رتبۂ حق الیقین حق دہ مرا

یا وکیلُ یا قویُّ یا متینُ و یا ولی — یا حمیدُ محصی مبدی دردِ ما را دہ شفا

یا معیدُ محیی رنج و عسرتم را دور کن — یا ممیتُ من نمی دارم بجز تو التجا

موتِ قلبم دور کن یا حیُّ یا قیّومِ ما — واجدُ یا ماجدُ یا واحدُ بہرِ خدا

یا احد ہستی صمد کن بے نیاز اے قادرا | مقتدر روزی رساں از فضلِ خویش ایں بندہ را
یا مقدّم کن مقدّم در فضائل ایں حقیر | یا مؤخّر کن مؤخّر دشمنم روزِ جزا
اوّل و یا آخر یا ظاہر یا باطن | ستر خود برما کشا یا والی ارض و سما
آرزوئے ہر دو عالم دہ مرا متعالیا | نعمتِ دارین دہ یا برّ یا توّاب ما
منتقم! از دشمنانم انتقام ما بگیر | یا عفوّ عفو گردانی جرائم دائما
یا رؤف مالک الملک العلی ہستی توئی | بادشاہی دہ مرا بر کشورِ ملکِ بقا
دہ جلال و ہم جمال و ہم کرامت ذا الجلال | ہستی ذا الاکرام و من مسکین و عاجز بینوا
مقسط یا جامع ہستی غنی و بے نیاز | دہ غنا از فضلِ خود یا مغنی بے دست و پا
مانع یا ضارّ از شرِ نفسم باز دار | نافع یا نور یا ہادی الی الحق اھدنا
یا بدیع ہستی باقی دہ بقا با ذاتِ خویش | وارثِ علمِ حبیبت کن مرا یا وارثا
یا رشید یا صبور بر عزائم صبر دہ | بالنبی المجتبیٰ و از جملہ یاراں با صفا
صد صلوٰۃ و صد سلام و صد تحیّۃ بر رسول | بر تمامی آل و اصحابش الیٰ یوم اللقا

شجرۂ قادریہ مصنفہ مولانا محمد امیر باز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بزبانِ فارسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے کریم کارسازِ بے نیاز | در جنابت سائلم با صد نیاز
از طفیلِ مصطفےٰ احمد رسول | وز طفیلِ مرتضےٰ زوجِ بتول
از طفیلِ آں حسن بصرہ مقام | سالکان را در طریقت شد امام
از حبیب عجمی کان شیخ الشیوخ | دین احمد نو شدہ اندر رسوخ

از پئے داؤدِ طائی مہتدا ... وز پئے معروفِ کرخی مقتدا
بہرِ عبد اللہ سرّی باکمال ... شد ملقب سقطی بندۂ ذی الجلال
از طفیلِ آں جُنیدِ ہوشمند ... مسکنش بغداد میکردہ پسند
ثانیِ صدیق و شیرِ ذو المنن ... شبلی آں بوبکر جانِ اہلِ فن
بہرِ عبد الواحدِ وحدت نشاں ... باتمیمی یافت شہرت در جہاں
بوالفرحِ طرطوسی آں پیرِ مہاں ... بو الحسن ہنکاری آں قطبِ زماں
از برائے بوسعیدِ نیک ذات ... تابعِ شرعِ خدا نیکو صفات
از برائے مُرشدِ پیر و صغیر ... کو ملقب گشت با پیرانِ پیر
غوث الاعظم نامش عبد القادر است ... او بجیلاں خلق را بگرفت دست
از برائے سیّدِ فرخندہ خوی ... عبد الرزاق است نامی نامِ او
از طفیلِ شرفِ دیں عالی جناب ... وز طفیلِ سیّدی عبد الوہاب
از پئے سیّد بہاء الدین نبیل ... وز طفیلِ حضرتِ سیّد عقیل
بہرِ شمس الدین صحرائی وطن ... باگدا رحمٰن خلفِ بو الحسن
از طفیلِ بو الحسن عالی تبار ... بہرِ شمس الدین عارف باوقار
از گدا رحمٰن محبوبِ علی ... واز فضیلِ ہادیٔ راہِ جلی
باوجودِ شد کمالِ کیتھلی ... واز برائے شاہ اسکندر ولی
از طفیلِ مقتدائے عارفاں ... ماحیٔ آثارِ بدعت از جہاں
شیخِ احمد کابلی اہلِ صفا ... آں مجدد الفِ ثانی بے ریا
از طفیل آدمِ عالی صفت ... واز حبیب ثانی والا مرتبت
از طفیل شاہ عالم شاہ باز ... شد پشاور از وجودش سرفراز

از طفیلِ شاہ موسن گگروی واقفِ اسرارِ علمِ معنوی

از پئے صدّیق با صدق و یقیں کو شدہ بشوانڑ[عه1] را مسکن گزیں

از پئے حافظ محمّد اولیا در عُمَرزئی خلق را شد پیشوا

از طفیلِ شہ شعیبِ خوش کلام آنکہ بگرفتہ تو ڈھیر[عه2] را مقام

از سخائے پیر و مُرشد کاملیں از سخائے بادشاہِ واصلیں

از رضائے ہادئی رہ گمرہاں از رضائے مقتدائے مومناں

قطبِ عالم غوثِ برحق در زماں سیرتِ ابدال بود او بیگماں

نامِ عالی صاحب و عبد الغفور مسکنش از صوات ارضِ پُر زِ نور

از توجّہاتِ مُرشد با کمال رہنمائے سالکانِ خوش خصال

عالمِ علمِ لدنّی ذو خطاب کامل و واصل ولی عالی جناب

بر درش علما و فضلا سرنگوں مستفیض از وے ہنود و مسلموں

تابعِ شرعِ نبی بدعت شکن والئ عُلمائے دین ذوالمنن

مُلہم و صدّیق و سابق ہم ولی محرمِ اسرارِ مخفی و جلی

نامِ پاکش حاجی عبد الرحیم موردِ رحمت درِ فیضِ عمیم

مولدش سرسادہ را پُر نور کرد مسکنش زیبِ سہارنپور کرد

عه1 فی زمانہ یہ مقام بشنوڑی کے نام سے مشہور ہے حضرت صاحب پیر بابا کے مقام سے تقریباً سو میل کے فاصلہ پر ہے ۱۲ طفیل احمد

عه2 یہ مقام جہانگیرا کے قریب ہے۔ حضرت اخوند عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ ادب سے اس مقام کو گل ڈھیر کہا کرتے تھے اس لیے متوسلین سلسلہ اس نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ۱۲ طفیل احمد

عالم و عابد ولی و پاکباز — حافظ و هم مولوی میرباز

از طفیل این بزرگاں اے خدا — در دو عالم کن عطا حسنه مرا

ده صفائی نفس و قلب و رُوح را — جمله حالاتِ طریقت کن عطا

رتبهٔ قربِ نوافل هم وجُود — حُبِّ ایمانی عطا کن یا وَدُود

صوم حج و هم زکوٰة و تقا — بر طریقِ سنّتِ خیر الوریٰ

توبه استغفار و اخلاص و رضا — ذکر و فکر و خوف و توحید و رجا

فقر و زهد و هم توکّل حُبِّ حق — شوقِ ذاتِ بحت و نفرتِ غیرِ حق

ده مرا توفیق پاسِ انفاس را — یاد دارم مرگ هم ما بعد را

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا نَفْسَنَا — قَدْ خَسِرْنَا رَبِّ اِنْ تَطْرُدْ بِنَا

دور کن شرک و تکبر هم زنا — کفر و کذب و حرص و غیبت غل ریا

فحش لعب و غفلت و اسراف نیز — از حرام و مکر و رشوت دِه تمیز

بخل و شُحّ و دو زبانی کن جدا — هم نمیمه حُبِّ جاه از ما خُدا

از حَسَد بغض و غضب افشار راز — از تفاخُر و از خوشامد دار باز

از جدال و بدعت و مرسوم دول — از کبائر و از صغائر کن برون

دامِ شیطانی الٰهی دُور کن — حُبِّ شهوانی ز من مهجور کن

از عذابُ النار ده مار اپناه — جائے فردوسِ برین ده یا الٰه

هم جمالت هم رضایت دائما — کن مطاعم هم مطیعم را عطا

صلّ سلّم یا الٰه العالمین — بر رسولِ پاک و جمله تابعین

تقریظ از منبعِ علومِ یزدانی واقفِ اسرارِ ربانی رہنمائے سالکانِ طریقت پیشوائے عارفانِ حقیقت حضرت مرشدی و مولائی مولوی محمد امیر باز خاں صاحب مد فیضہم خلیفہ اوّل حضرت قطبِ وقت حاجی عبدالرحیم شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز

جملہ شائقینِ طریقت و پیروانِ شریعت وطلبا فیضانِ رحیمی و قادری پر مخفی نہ رہے کہ ان ایام میں مجمع فضائل و منبع فواضل عزیز اعز مخلص خص اخی فی الاسلام مولوی عبداللہ شاہ صاحب نے ایک رسالہ حاوی اذکار طریقہ رحیمیہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ تصنیف فرما کر میرے ملاحظہ کیلئے بھیجا۔ میں نے من اولہ الی آخرہ اس کے مطالعہ سے محظوظ ہو کر مولوی صاحب موصوف کو اجازت اس کے اشاعت و انطباع کی دی۔ مولوی صاحب موصوف اعلیٰ مریدین حضرت پیر و مرشد برحق حاجی شاہ عبدالرحیم صاحب سے ہیں، میں نے ان کو اپنے سامنے بیعت کرایا اور میرے سامنے انکو حضرت پیرومرشد نے اجازتِ بیعت دی اور میرے قلم سے سندِ فضیلت و کمال تحریر ہو کر عنایت ہوئی۔ تا زمان ارتحال حضرت پیرومرشد اس عالی ظرف نے اس قدر استعداد بہم پہنچائی کہ جس شخص کو ان کی توجہ میں بٹھلایا اس نے وصل عریانی کا جام چکھا اور جس قلبِ قاسیہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اس کو مخزنِ انوار بنایا۔ حضرت مرشد مرحوم کی توجہ خاص تادمِ ارتحال اُن پر بدرجہ اتم رہی اور بعض اوقات میں خوشنودی مزاج کے صلہ میں ان کو اپنا فرزند فرمایا۔

تقریظ از جناب زبدۃ الصلحین و عمدۃ الواصلین جناب مولوی حافظ حاجی عبدالرحیم صاحب رائے پوری خلیفہ حضرت مرشدنا قدس اللہ سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم ما اصبح بی نعمۃ او باحد من خلقک فمنک وحدک لاشریک لک فلک الحمد ولک الشکر اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضیٰ لہ

اے میرے اللہ تیرے انعام و احسان کا شکر کس دہن و زبان سے ادا کروں اور تیری حمد و ثنا کس صوت و الحان سے وفا کروں کہ تو نے ہم گم گشتگان بادیہ ضلالت کے سر پر اس قطب النبوۃ والرسالۃ اعنی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ڈالا کہ جس کے اثر فیضان سے ہر ایک اصحاب کبار و آل اطہار کو اپنے رشد و ہدایت کا فوارہ بنایا اور اولیاء کرام کو انوار ہدایت سے مالامال کر کے اپنے قرب کا وسیلہ ٹھہرایا حتی کہ عارف باللہ حق آگاہ مقبول بارگاہ قطب الوقت مرشد و ہادینا حضرت حاجی عبدالرحیم شاہ صاحبؒ کو شمع ہدایت کر کے ہم ظلمت زدوں کے لیے دلیل و رہنما بنایا پھر آپ کے خلیفہ برحق عارف باللہ حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کو آپ کا یادگار اور حامی طریقہ کر کے ان کی ہمت قلبی کو اس طرف حرکت دی کہ انھوں نے اصول و فروع اس طریقہ رحیمیہ غفوریہ مجددیہ کو خوب صحت و بسط کے ساتھ اس کتاب میں انضباط کر کے طالبان حق کے لیے عموماً اور متوسلان اس خاندان عالی شان کے لیے خصوصاً دلیل محکم و آئینۂ حق نما بنایا اب اے میرے اللہ تو محض اپنے فضل اور اپنے حبیب پاک کی برکت سے اس کتاب کو مقبول فرما اور اس سے طالبان حق کو نفع پہنچا اور اس کے مؤلف دام فیضہ کو اس کا صلہ اپنی رضا عطا کر اور اس طریقہ کو الیٰ یوم القیامۃ وسیلہ اپنے قرب و رضا کا کر کے پسند اور مقبول فرما۔ آمین اللّٰھم آمین ببرکۃ حبیبک سید الاولین والآخرین۔

تقریظ از جامع الکمالات صاحب المقامات مقبول بارگاہِ صمد مولوی نور محمد صاحب لدھیانوی مدفیضہ

اللہ اللہ کیا حال ہے دل کیوں پُرملال ہے بلبل کیوں حیران ہے باغ کیوں سنسان ہے۔ خمخانہ کیوں خراب ہے، چشم کیوں پُرآب ہے، ساقی کہاں ہے بادہ کہاں ہے قدح کہاں ہے ہائے ہائے افسوس صد افسوس ؂

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

یہ سب رنج وغم اور یہ سب ماتم والم باعث فراق وسفر دار القرار قطب زماں غوث دوراں مجدد وقت حضرت پیر و مرشد برحق جناب حاجی عبد الرحیم شاہ صاحب فیضہ کے ہے۔ اے دلِ نالاں وائے عقلِ پریشاں غم نہ کھا اور صبر کر اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ تسلی رکھ کر اگرچہ اعلیٰ حضرت لامکاں کو تشریف لے گئے مگر آپ کا سرچشمہ فیض بحرِ ذخار کی مانند ویسے ہی تشنگانِ حقیقت کو سیراب کر رہا ہے اور آپ کے بیشمار خلفاء بدستور فیض رسانی خلق میں مصروف ہیں خصوصاً قدوۃ الاولیاء زبدۃ العلماء حضرت مخدومی و استادی مولانا مولوی محمد امیر باز خاں صاحب سہارنپوری وجناب فیضمآب فخر خاندان وہادی سالکان حضرت مولانا مولوی حکیم عبد اللہ شاہ صاحب کرنالی وجناب ہادی صراطِ مستقیم مولانا مولوی حافظ حاجی عبد الرحیم صاحب رائپوری وجناب مولانا و مخدومنا مولوی ابو الحسن صاحب وجناب محبی ومخلصی قاری حافظ عبد الکریم صاحب اوران کے علاوہ اور بہت سے خلفاء مد اللہ فیضہم علیٰ روس الطالبین ہ اور سب سے زیادہ خوشی کا یہ مقام ہے کہ مولانا و مرشدنا مولوی عبد اللہ شاہ صاحب نے اس کتاب میں بعینہٖ حضرت اعلیٰ کے طریقہ کو بسط اور تفصیل سے تحریر کیا ہے۔ برادران طریقت اس کو حرزِ جان بنائیں اور اس سے فیض اٹھائیں۔

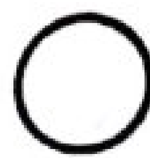
تاریخ طبع اوّل تعلیماتِ رحیمی

از فکرِ بلیغ جناب مُنشی خدا بخش صاحب برادرِ مصنّف

اہلِ عرفاں مولوی عبداللہ شاہ　　در تصوّف ایں دُرِ معنی لسفت

نام تاریخی سالِ طبع او　　بوستانِ معرفت ہاتف بگفت

۱۳۰۹ھ





*Whatsapp:03353898698